چراغ طور
بہزاد لکھنوی

جملہ حقوق بحق ساقی بک ڈپو محفوظ

چراغِ طور

مجموعہ کلام

حضرت بہزاد لکھنوی

ناشر ساقی بک ڈپو، دہلی

مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

طبع اوّل — قیمت ایک روپیہ

فہرست مضامین

گذارش

حضرت بہزاد لکھنوی کا چوتھا مجموعہ کلام "چراغِ طور" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ اس مجموعے میں بھی موصوف کا متنوع کلام جمع کیا گیا ہے۔ اُمید ہے جس طرح "نغمۂ نور"۔ "کیف و سرور" اور "موجِ طہور" کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا ہے "چراغِ طور" کو بھی لیا جائیگا بلکہ شاید سابقہ مجموعوں سے بھی زیادہ اس مجموعہ کی قدر کی جائیگی کیونکہ یہ موصوف کا سب سے روشن کارنامہ ہے۔

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

دہلی۔ مورخہ یکم نومبر ۱۹۴۱ء

"شاہد"



بہزاد لکھنوی

حمد

ترے حضور میں سجدے گذارتا ہوں میں
اسی طرح سی مقدر سنوارتا ہوں میں

تجھے خبر ہی تجھے علم ہے تجھے معلوم
ہر ایک حال میں تجھکو پکارتا ہوں میں

بچھی ہوئی ہی اسی طرح سی بساطِ الم
نہ جیتتا ہوں میں بازی نہ ہارتا ہوں میں

ترا کرم ہے کہ میں خود ہوں نا خدا اپنا
جو غرق ہوتی ہی کشتی ابھارتا ہوں میں

تو ہی علیم تو ہی ہی خبیر و قادر کل
تجھے خبر ہے کہ دل کسپہ وارتا ہوں میں

نہیں ہی تجھ پہ بھروسہ تو اور یہ کیا ہی
کہ دو جہان کو ٹھوکر پہ مارتا ہوں میں

بہا رہا ہوں جو آنسو یہ پے بہ پے بہزاد
کسی کے نام کے صدقے اتارتا ہوں میں

نعتیں

بڑے محترم ہیں نبیِ مکرم
سراپا کرم ہیں نبیِ مکرم

چلو اُنکے کوچہ میں سنے لیں صدائیں
کہ عالی ہمم ہیں نبیِ مکرم

غموں کا بھلا کام کیا اُنکے آگے
مداوائے غم ہیں نبیِ مکرم

کرم کیجئے دل میں محشر بپا ہے
اور آنکھیں بھی نم ہیں نبیِ مکرم

دکھا دیجئے اپنا روضہ خدارا
تمنائی ہم ہیں نبیِ مکرم

ہماری دُعاؤں کا بہزاد مرکز
خدا کی قسم ہیں نبیِ مکرم

یوں آئے ہم کو نظر مدینہ — ہو پیش شام و سحر مدینہ
نظر پھرائیں تو دیکھ لیں ہم — اِدھر مدینہ۔ اُدھر مدینہ
مدینے پہونچیں تو پھر نہ پلٹیں — بنا دے ہم سب کا گھر مدینہ
مجھے نہ چھیڑو، مجھے نہ چھیڑو — ہے میرے پیش نظر مدینہ
میں تب یہ سمجھوں کہ زیست پائی — دکھا دے قسمت اگر مدینہ
الٰہی ایسے جہاں میں پہونچا — ہو شب مدینہ سحر مدینہ

زباں ہی بہزاد وقفِ حسرت
دُعا مدینہ اثر مدینہ

بعد از خدا بزرگ و معظم تمہیں تو ہو
حقّا کہ بادشاہِ دو عالم تمہیں تو ہو

ہر شخص پر کرم ہے ہر اک شخص پر عطا
دُشمن بھی جانتے ہیں مکرم تمہیں تو ہو

سب کو بتائے تم نے ہی اسرارِ زندگی
کون و مکاں کے ہادیِ اعظم تمہیں تو ہو

وہ کونسا ہے راز جو تم پر عیاں نہیں
رازِ الوہیت کے بھی محرم تمہیں تو ہو

تم سا نہ ہو سکا ہے نہ ہوگا کوئی بشر
فخرِ جہان و نازشِ آدم تمہیں تو ہو

مانا کہ بن کے آئے ہو تم ختمِ مُرسلیں
شاہد ہے ربِ کعبہ مقدم تمہیں تو ہو

بہزادِ مبتلا پہ بھی ہو اک نگاہِ لطف
رہبر خضر کے نوح کے ہمدم تمہیں تو ہو

سلطانِ دو عالم صلِ علیٰ اے شاہِ رسولاں کیا کہنا
ہیں آپ سے روشن ہر دو سرا اے صاحبِ عرفاں کیا کہنا

اے ماہِ تمام اے ماہِ مبیں یہ کیا ہے اگر احسان نہیں
دُنیا کو کیا ہے صاحبِ دیں دُنیا ہے مسلماں کیا کہنا

اے ختمِ رسل اے عقدہ کشا ہے سب کا ہی دامن تو نے بھرا
اے مونسِ کُل سُبحان اللہ حامیِ غریباں کیا کہنا

اے واقفِ سرِّ این و آں اے عرش نشین و عرش نشاں
اے مقصدِ دل اے کعبۂ جاں اے قبلۂ ایماں کیا کہنا

اب درد ہے باقی اور نہ غم اللہ ری عنایت اُف ری کرم
کیوں ہوں نہ فدا یہ دو عالم اے درد کے درماں کیا کہنا

خود آپ ہوئے ہیں عقدہ کشا سنتا ہوں کہ جائیگا بطحا
سنتا ہوں کہ بر آنے کو ہے بہزاد کا ارماں کیا کہنا

وہ ہادی شاہِ ہدا مالکِ کوثر صلِّ علیٰ
وجہِ بنائے اللہ ختمِ پیمبر صلِّ علیٰ

آپ سے بڑھکر کوئی نہیں آپ سے بہتر کوئی نہیں
سب سے افضل اور برتر سب سے بہتر صلِّ علیٰ

مظہرِ ذاتِ ربِّ علا مرکزِ چشمِ فکر و رسا
پشت پناہِ ہر دو سرا شافعِ محشر صلِّ علیٰ

آپکی ہے ہر سو تنویر کیسا قمر کیا مہرِ منیر
آپ کی ہے تابانی سے دہر منور صلِّ علیٰ

کون نہیں ممنونِ کرم کس کی نہیں ہے گردن خم
صاحبِ جود و لطف و سخا ساقیِ کوثر صلِّ علیٰ

آپ ہیں نبیوں کے سرتاج آپنے پائی ہے معراج
نوح کے ہمدم کیا کہنا خضر کے رہبر صلِّ علیٰ

بطحا کی ہے حسرت بہزاد رہتا ہو ہر دم ناشاد
رہتا ہے اکثر لب پہ درود کہتا ہوں اکثر صلِّ علیٰ

نعت شریف

خواجۂ دوسرا محمدؐ ہیں — سب کے مشکل کشا محمدؐ ہیں
حق کو دیکھا انہیں اگر دیکھا — حق یہ ہے حق نما محمدؐ ہیں
فہم سے ہے بلند اُن کی ذات — یہ نہ پوچھو کہ کیا محمدؐ ہیں
اسمِ اعظم ہے انکا اسمِ شریف — ہر مرض کی دوا محمدؐ ہیں
سوچنے والے کیا خبر تجھ کو — کب خدا سے جدا محمدؐ ہیں
ان پہ صدقے نہ کیوں ہو چشمِ خیال — مرکزِ اولیا محمدؐ ہیں

خانۂ دل میں میرے اے بہزاد
حضرتِ مصطفےٰ محمدؐ ہیں

مولائے کل ہو ختمِ پیمبر تمہیں تو ہو
حقّا کہ دو جہان کے سرور تمہیں تو ہو

جس نے بتایا حق کو تمہاری ہی ذات ہے
جس نے بتائی راہ وہ رہبر تمہیں تو ہو

تم سے کروں نہ عرض تو کس سے ہو التجا
میرا نصیب میرا مقدّر تمہیں تو ہو

تم کو ہی تک رہی ہے ہر اک چشمِ آرزو
محبوب خاص حضرتِ داور تمہیں تو ہو

تم سے ہیں آسمان و زمیں کی یہ زینتیں
ماہِ تمام و مہرِ منوّر تمہیں تو ہو

تم سے بتاؤ چشمِ خطا کار کیا کہے
بیکس نواز و شافعِ محشر تمہیں تو ہو

بہزادِ مبتلا کو دکھا دو دیارِ پاک
بہزادِ مبتلا کے تو سرور تمہیں تو ہو

نعت شریف

دو جہاں کے تاجدار شاہِ دیں — بیکسوں کے غمگسار شاہِ دیں
ہے گنہگاروں کی آس آپ سے — مالکِ یومِ فشار شاہِ دیں
گلشنِ اسلام کو دو جِلا — صاحبِ نگ و بہار شاہِ دیں
دیدِ بطحا کے لئے ہوں تپاں — جان و دل ہیں بیقرار شاہِ دیں
آپ کی چشمِ کرم عام ہے — کیوں نہ ہو دنیا نثار شاہِ دیں
کارواں تو جا چکا جا چکا — رہ گیا ہوں میں نزار شاہِ دیں

کیجئے چشمِ کرم بہرِ حق
لُٹ چکی میری بہار شاہِ دیں

تجھ بن تڑپ رہے ہیں دونوں جہان والے
اے زینت مدینہ اے آن بان والے

تیری نوازشوں سے پُر نور ہو رہے ہیں
یہ ماہ و مہر و انجم یہ آسمان والے

تیرے بغیر ان کی کچھ بھی نہیں حقیقت
تیرے نشاں کے صدقے ہیں نشان والے

تو صاحب حقیقت تو مرکزِ عقیدت
پڑھتے ہیں تیرا کلمہ دونوں جہاں والے

تیرے ہی آستاں پر سر کو جُھکا رہے ہیں
دل والے آنکھ والے سر والے جان والے

ظاہر کیا تجھی نے کعبے کی عظمتوں کو
کعبہ ہی تیرے دم سے کعبہ کی شان والے

بھزاد میری آنکھیں روتی ہیں اشک حسرت
جاتے ہیں جب مدینے ہندوستان والے

شہِ دین و دُنیا ہمارے نبی ہیں
دو عالم کا منشا ہمارے نبی ہیں

زمانے کے اُوپر کرم ہی کرم ہے
عنایت سراپا ہمارے نبی ہیں

ہمارے نبی پر خدا خود ہے شیدا
خدا ہی پہ شیدا ہمارے نبی ہیں

نہ سمجھے گی دُنیا یہ رمزِ محبّت
ہماری تمنّا ہمارے نبی ہیں

دمکتے رہیں گے دو عالم کے ذرّے
کہ وجہِ تجلّا ہمارے نبی ہیں

کدھر ہیں ادھر آئیں سب غم کے مارے
غموں کا مداوا ہمارے نبی ہیں

ہیں بھزاد ہم اس لئے مست بطحا
کہ جانانِ بطحا ہمارے نبی ہیں

نعت شریف

عرشِ عُلا ہے مقام آپ کا / روح امیں ہے غلام آپ کا

میرے لبوں پر ہے ذکر صبح و شام / اے شہِ گردوں مقام آپ کا

سب کے دلوں میں ہے یاد آپ کی / سب کی زبانوں پہ نام آپ کا

حق پہ لُٹایا ہے سب آپ نے / پیرویِ حق ہے پیام آپ کا

عین کرامت ہر ایک گفتگو / عین صداقت کلام آپ کا

باعثِ ارض و سما آپ ہیں / رنگِ سحر رنگِ شام آپ کا

مشکلیں یکبارگی حل ہوئیں / آگیا جب لب پہ نام آپ کا

اب تو دیارِ حضور کی ہے لَو
تڑپے کہاں تک غلام آپ کا

غزلیں

اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے
منزل کیلئے دو گام چلوں اور سامنے منزل آ جائے

آتا ہے جو طوفاں آنے دے، کشتی کا خدا خود حافظ ہے
مشکل تو نہیں ان موجوں میں بہتا ہوا ساحل آ جائے

اے دلکی خلش چل یونہی سہی چلتا تو ہوں اُنکی محفل میں
اسوقت مجھے چونکا دینا جب رنگ پہ محفل آ جائے

اے رہبرِ کامل چلنے کو تیار تو ہوں پر یاد رہے
اس وقت مجھے بھٹکا دینا جب سامنے منزل آ جائے

اس عشق میں جاں کو کھونا ہے ماتم کرنا ہے رونا ہے
میں جانتا ہوں جو ہونا ہے پر کیا کروں جب دل آ جائے

ہاں یاد مجھے تم کر لینا آواز مجھے تم دے لینا
اس راہِ محبت میں کوئی در پیش جو مشکل آجائے

میں اُلفت کا اک دریا ہوں میں اُلفت کا اک طوفاں ہوں
اُلفت کا جسے بھی دعویٰ ہو وہ میرے مقابل آ جائے

اب کیوں ڈھونڈوں وہ چشمِ کرم، ہونے دے ستم بالائے ستم

میں چاہتا ہوں اے جذبۂ غم مشکل پسِ مشکل آجائے
اے دستِ کرم میرا ذمہ، اے دستِ سخا میرا ذمہ
اس در پہ ترے گر کوئی بھی بہزاد سا سائل آجائے

روحِ روانِ نغمہ تم، نغموں کا سوز ساز میں
جانِ خیال و خواب تم، جانِ جہانِ ناز میں

حاملِ کیف و ناز تم، حاملِ سوز و ساز میں
ایک جہانِ راز تم، ایک جہانِ راز میں

مانا کہ تم ہو جانِ عشق میں بھی تو جانِ حُسن ہوں
تم ہو جو جانِ غزنوی رُوحِ تنِ ایاز میں

منزلِ حسن و عشق میں دونوں کا مرتبہ ہے ایک
آپ ستم طراز ہیں اور ستم نواز میں

سنگِ درِ جمال ہو یا کہ ہو نقشِ پائے دوست
سجدوں سے باز رہ سکوں رہ کوں وہ بھی باز میں

شانِ کرم ہی خوب ہے شانِ طلب بھی خوب ہے
جانِ گدا بنے ہیں آپ جانِ گدا نواز میں

میری نگاہِ آرزو جلووں میں ایسی گم ہوئی
کر نہ سکا کسی طرح جلووں کا امتیاز میں
دیکھئے میری شان ہو آپ کی شان ہے بلند
آپ بنے ہیں رازدار اور بنا ہوں راز میں
تم سے جہانِ رنگ و بو مجھ سے جہانِ درد و غم
حُسن کرشمہ ساز تم، عِشق کرشمہ ساز میں

منزل کی جستجو تھی پہ منزل نہ مل سکی
ہم کو کسی طرح تری محفل نہ مل سکی
ہم نے ہر ایک گام کو منزل بنا لیا
آسانیاں تو مل گئیں مشکل نہ مل سکی
غم بھی مسرّتوں کی طرح سے ہو عارضی
مایوسِ غم کو لذّتِ کامل نہ مل سکی
دیکھیں ہزار چشمِ تمنّا نے محفلیں
جس کی تلاش تھی وہی محفل نہ مل سکی

رہرو بھی مرے ساتھ ہی گم گشتہ ہو گئے
اک بار مل کے پھر کبھی منزل نہ مل سکی
جب سے ہوا ہے دستِ طلب غم سے بے نیاز
دستِ گدا کو لذّتِ سائل نہ مل سکی
اک بار آ کے پھر کبھی طوفاں نہ آ سکا
کشتیِ دل کو دوریِ ساحل نہ مل سکی
ہے ماورائے عقل و خرد انتہائے غم
منزل تو مل گئی حدِ منزل نہ مل سکی
بہزاد اس کی زیست کوئی زیست ہی نہیں
جس کو عطائے مرشدِ کامل نہ مل سکی

جہاں میں کیا دلِ خانہ خراب ہو کے رہا
مرا جواب کہ تیرا جواب ہو کے رہا
اُسی کو مل گیا سرمایۂ سکون و نشاط
وہ کامیاب جو ناکامیاب ہو کے رہا

خدارا نہ سنیئے کہ کیا کہہ رہا ہوں — میں حالِ دلِ مبتلا کہہ رہا ہوں

نہ حسرت نہ میں مدعا کہہ رہا ہوں — اسے تم سمجھ لو کہ کیا کہہ رہا ہوں

ہے ہر موج مجھکو ڈبونے کی کوشاں — میں ہر موج کو ناخدا کہہ رہا ہوں

خدا جانے اب اور آگے کہوں کیا — ابھی تک وفا کو وفا کہہ رہا ہوں

بھلا اور کیا ہوگی معراجِ اُلفت — تری ہر جفا کو وفا کہہ رہا ہوں

سنبھالو سنبھالو مرا دین و ایماں — کہ میں بیخودی کو خدا کہہ رہا ہوں

مرا قصّۂ غم عمومی نہیں ہے — زمانے سے بالکل جدا کہہ رہا ہوں

محبّت میں ڈوبا ہے ہر لفظ میرا — یہ تم جانتے ہو کہ کیا کہہ رہا ہوں

وفا اُن سے بہزاد کی تو ہی لیکن
میں اسکو بھی اپنی خطا کہہ رہا ہوں

روشن جہاں ہے جس سے وہ محفل تمہیں تو ہو
دل جس کو ڈھونڈتا ہے وہ منزل تمہیں تو ہو

کہتا ہوں اپنا دل جسے وہ دل تمہیں تو ہو
میرے جہانِ عشق کا حاصل تمہیں تو ہو

یہی تو حسنِ طلب کی ملی ہے داد مجھے
مرے سوال پہ وہ لاجواب ہو کے رہا

خدا رکھے تجھے اے جنبشِ نگاہِ ستم
کہ ہر سکون مرا اضطراب ہو کے رہا

بچایا لاکھ اُسے حُسن کی نظر سے مگر
خراب ہی دلِ خانہ خراب ہو کے رہا

ذرا بھی جس پہ پڑا پرتوِ جبینِ نیاز
وہ ذرّہ رشکِ مہ و آفتاب ہو کے رہا

خراب و خستہ و بیتاب و بے سکون سہی
ترے حضور میں دل باریاب ہو کے رہا

ترا خیال جسے کیفِ زندگی کہیئے
مری نگاہِ محبت میں خواب ہو کے رہا

تمام زیست نہ پایا کبھی سکوں بہزاد
یہ اُن سے آنکھ ملانا عذاب ہو کے رہا

جو موج کی ہے آس جو کشتی کا آسرا
دریائے درد و غم کا وہ ساحل تمہیں تو ہو

مشکل نہیں ذرا بھی وہ آسان شے ہوں میں
حل جس کا کچھ نہیں ہے وہ مشکل تمہیں تو ہو

اِس راہِ غم میں اور بھٹکنے تو دو مجھے
رہبر کا کام کیا ہے کہ منزل تمہیں تو ہو

مشکل تو کچھ نہیں مری عقدہ کشائیاں
مشکل یہ آ پڑی ہے کہ مشکل تمہیں تو ہو

دیکھو اُداس ہونے نہ پائے یہ بزمِ عشق
یہ بھی خبر ہے صاحبِ محفل تمہیں تو ہو

ان کو سنا رہا ہوں غمِ دل کی داستاں
کیا یہ بھی کھول دوں کہ غمِ دل تمہیں تو ہو

حسرت سے دیکھتے ہو سجودِ وفا مگر
بہزاد مُبتلا کے مقابل تمہیں تو ہو

کچھ درد و غم کا دل کے مداوا تو ہو گیا
اچھا ہوا کہ عشق کا چرچا تو ہو گیا

بیزار ہو چکے تھے وہ جس سے خوشا وہ دل
بن کر نگاہ محوِ تماشہ تو ہو گیا

ہے نام تو خلش کا وہ ہلکی ہی سی سہی
کچھ دن کو زندگی کا سہارا تو ہو گیا

غم کا نہیں ہے غم مجھے اب تو خوشی یہ ہے
میرا ملال اُن کو گوارا تو ہو گیا

ہوش و حواس گم ہوئے عقل و خرد گئے
سب کچھ سہی پر اُن کا نظارہ تو ہو گیا

ان کے تصوّرات کو سجدے کئے ہزار
میں عاشقی میں حُسن کا بندہ تو ہو گیا

چہرے پہ غیظ کیوں ہے یہ ابرو پہ بل ہیں کیوں
دل کو یقین وعدۂ فردا تو ہو گیا

نیرنگِ دو جہاں اسے اپنا نہ کر سکا

یہ قلبِ نامراد تمہارا تو ہو گیا
اُن کی نظرِ کرم پہ جو مائل نہیں تو کیا
بہزاد شکر ہے کہ میں رُسوا تو ہو گیا

اپنی نئی زمین نیا آسماں رہے
ہاں اِس جہاں سے دُور ہی اپنا جہاں رہے
ہم نے تو اس چمن سے لگایا کبھی نہ دل
ہم بے نیازِ فکرِ غمِ آشیاں رہے
مجھ سا چمن پرست چمن کو ملا ہے کب
اس میں اگر رہے تو مری داستاں رہے
ہر برگ و گل کو خار نظر آ رہے ہیں خار
مطلب یہ ہو کہ گل سے دمِ گلستاں رہے
ہم گم رہیں جہانِ تمنائے حسن میں
اپنے سوا نہ اور کوئی میہماں رہے
ہے نام جس کا عشق خوشی سے ہے دُور دُور
یہ تو جہانِ غم ہے مسرت کہاں رہے

یہ بھی خیال ہے کہ نہ ہو شکوۂ الم
اور یہ بھی چاہتے ہو کہ مُنہ میں زباں رہے
کب تک چُھٹے نہ ہاتھ سے دامانِ حُسن و عشق
کب تک دلِ حزیں میں غمِ دو جہاں رہے
ٹھکرا کے جا رہے ہو جسے تم بصد خوشی
تم ہی بتاؤ اب وہ تمنّا کہاں رہے
اُف جستجو میں بھی نہ گئی اپنی بے خودی
بہزاد ہم چلے تو پسِ کارواں رہے

ترے جمال پہ رنگینیِ بہار نثار
تری وفا پہ محبّت کا اعتبار نثار
تری نظر پہ محبّت کی کائنات فدا
ترے سکوں پہ مرا قلبِ بے قرار نثار
متاعِ قلب و نظر جنبشِ نظر پہ تری
ہزار بار نہیں بلکہ لاکھ بار نثار

ترے خیال پہ صدقے کروں تصوّر کو
کروں میں وعدہ پہ وعدہ کا اعتبار نثار

تری جفائیں مقدم مری وفاؤں پر
ہے تیرے جبر پہ اس دل کا اختیار نثار

کروں میں دستِ جنوں تجھ پہ موسمِ گُل میں
قسم خدا کی گریباں کا تار تار نثار

نگاہ جس پہ پڑی چھائی اُس پہ بیخبری
کسی کی مست نگاہی پہ سو خُمار نثار

مری وفائیں بھی صدقے تری جفاؤں پر
مرا سکون بھی تجھ پر ستم شعار نثار

تجھے قسم ہے بتا دے کہ کس طرح سے نہ ہو
ترے خیال پہ بہزاد بیقرار نثار

تجھی کو دل کے لئے لاجواب دیکھ لیا
نگاہِ حسن! مرا انتخاب دیکھ لیا

نگاہ ملتے ہی کیفیتوں میں ڈوب گیا
نگاہ میں تری کیف شراب دیکھ لیا

حجاب اپنے فرائض میں کامیاب نہیں
مری نظر نے تمہیں بے نقاب دیکھ لیا

ان انکھڑیوں کی قسم انکی مستیوں کی قسم
کہ پُر شراب ہے جامِ شراب دیکھ لیا

ہمیں ہے یاد جوانی برائے نام اپنی
بس اس طرح سے کبھی جیسے خواب دیکھ لیا

بتا بتا کسی مقصد میں کامیاب ہوئی؟
ڈبو کے دل کو بھی چشم پُر آب دیکھ لیا

نگاہ بھر کے نہ دیکھا زباں سے کچھ نہ کہا
نظر کے ساتھ زباں کا حجاب دیکھ لیا

خدا کے واسطے اب تو معاف رکھ ظالم
بہت دلوں تری اُلفت کا خواب دیکھ لیا

مجھی کو کہتی ہے بہزاد مبتلا دُنیا
خراب حال کا حالِ خراب دیکھ لیا

مرا ہوش گردشِ جام تک مرا نشہ صبح سے شام تک

مرا کیف تیرے سکون تک مری زندگی ترے نام تک

مری بندگی کی حقیقتیں مری بندگی سے نہ پوچھئے

نہ سجود تک ہیں یہ منحصر نہ یہ منحصر ہیں قیام تک

تمہیں اپنے حسن کا واسطہ ذرا حسن کی اسی شان سے

اسی رنگ سے اسی آن سے چلے آؤ منظرِ عام تک

تری چتونوں پہ فقط نہیں ترے حسن ہی کی یہ کائنات

تری چتونوں پہ ہے منحصر مری عاشقی کا نظام تک

ہے وجود عالمِ آگہی ہے وجود عالمِ بے خودی

ہے وجود عالمِ ہوش بھی فقط ایک لغزشِ گام تک

مری توبہ! توبہ کہاں رہی نہ یہاں رہی نہ وہاں رہی

مری توبہ، توبہ جو رہ سکی تو رہی ہے گردشِ جام تک

ترا حسن ہے مرے عشق سے مرا عشق ہے ترے حسن سے

ترا ناز میرے نیاز تک مری ذات میرے قیام تک

جو جمال کی ترے ابتدا ہے نظامِ دہر کی صبح سے

تو مرے بھی عشق کی انتہا ہے نظامِ دہر کی شام تک

مجھے اُن کے حُسن سے کیا غرض مجھے اُنکے ذکر سے فائدہ

مجھے اُن کے نام سے واسطہ کہ نہیں پیام و سلام تک

تصوّر میں کوئی پھر آ رہا ہے — الٰہی خیر دل گھبرا رہا ہے

وہ یوں دل کی فضا پر چھا رہے ہیں — کہ دل مغرور ہوتا جا رہا ہے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے ناصح — کہ تو بیکار کیوں سمجھا رہا ہے

محبّت کرتی ہے اسکی پرستش — کہ تو جس دل کو یوں ٹھکرا رہا ہے

تصوّر دے رہا ہے خوب دھوکہ — کہ کوئی آ رہا ہے جا رہا ہے

ارے ساقی مرا پیمانۂ دل — شراب آرزو چھلکا رہا ہے

محبّت دیکھ لے میری محبّت — مرے دلکو کوئی برما رہا ہے

کسی کے حُسن کی اللہ رے گرمی — محبّت کو پسینہ آ رہا ہے

ذرا خاموش ہو بہزادِ مضطر

ترے اشعار کوئی گا رہا ہے

پھر تصور میں آ گیا کوئی — سوئی قسمت جگا گیا کوئی

پھر نظر میں سما گیا کوئی — دل کو پھر جگمگا گیا کوئی

جانے کیا شے پلا گیا کوئی — دونوں عالم بھلا گیا کوئی

یہ بھی اعجاز ہے محبت کا — جب کیا یاد۔ آ گیا کوئی

آنکھ جھپکی تھی ایک لمحہ کو — آتے ہی کیا؟ چلا گیا کوئی

راہبر اب کرم نہ فرمائے — اپنی منزل کو پا گیا کوئی

یہ بھی مجبوریٔ محبت ہے — لاکھ روکا چلا گیا کوئی

میری ہستی پہ کیا نظر ڈالی — میری دُنیا بنا گیا کوئی

کہیں بھٹکا و مبتلا تو نہ تھا
ہر جگہ سر جھکا گیا کوئی

غم کا کیف مدام کیا کہنا — عشق کی صبح و شام کیا کہنا

عاشقی جب سے ہو گئی مغرور — حُسن کا وہ پیام کیا کہنا

بلکہ کہہ دینا دل کے سارے پیام — اُن سے میرا سلام کیا کہنا

عشق کا احترام کر نہ سکے — حُسن کا احترام! کیا کہنا

حُسن کو صبح سے ہے نسبت خاص — عشق ہے وقت شام کیا کہنا

توبہ ٹوٹی تو جام دے پٹکا — جام سے انتقام کیا کہنا

حُسن و اُلفت میں التزام رہا — زندگی کا نظام کیا کہنا

دل کی دُنیا نہ ہو سکی پامال — اُف رے نازک خرام کیا کہنا

خوب ہیں دیں نوازیاں بہزاد
لب پہ کافر کا نام کیا کہنا

اے میری جان۔ اے مرے ایمانِ آرزو
بھر دے گُلِ مراد سے دامانِ آرزو

کافر نواز ہے مرا ایمان آرزو
سب سے بلند رکھتا ہوں عرفانِ آرزو

چشم پُر آب اس کا بھی تجھ کو خیال ہے
اشکوں سے بڑھ نہ جائے کہیں شانِ آرزو

ڈھونڈو گے گر چراغ بھی لیکر جہان میں
مجھ سا نہ مل سکے گا پریشانِ آرزو

تم ہی تو میرے رہزنِ تمکین و ہوش ہو؟
پُھولا پھلا ہے تم سے گلستانِ آرزو

کیا تار تار کر ہی دوں میں اے جنونِ عشق
ہاتھوں میں آ چکا ہے گریبانِ آرزو

مجھ سا ستم نواز نہ تم سا جفا طراز
ارمانِ حُسن مَیں ہوں تو تم جانِ آرزو

تم ہو؟ کہ ہے یہ میری ہی آوازِ باز گشت
آتی ہے اک صدا میں ہوں خواہانِ آرزو

بہزاد اُن کے اور وہ بہزاد کے لئے
آئے ہیں بنکے حاصلِ ایمانِ آرزو

جو وہ بزم میں بے نقاب آ گیا — ہر اک چیز پر اک شباب آ گیا
جب ہی میری ہچکیاں بڑھ گئیں — کہ وہ وجہِ صد اضطراب آ گیا
ستم بھی کئے اُسنے بے انتہا — مجھے لُطف بھی بے حساب آ گیا
گئی کیا خزاں کیا یہ آئی بہار — مری جان پر اک عذاب آ گیا
ابھی کرتے پایا نہ تھا میں سوال — کہ ان کے لبوں پر جواب آ گیا
نہ وہ سُن سکے اور نہ میں کہہ سکا — نظر کو نظر سے حجاب آ گیا
اُدھر اُس نے ڈالی نظر میں نظر — اُدھر ہم کو لُطفِ شراب آ گیا

سمجھ میں نہ آیا یہ انداز تو — مجھے دیکھکر کیوں حجاب آ گیا
مجھے دیکھتے ہی وہ فرما اُٹھے
وہ بہزاد خانہ خراب آ گیا

دل مٹ گیا تو دل کا بھی ماتم نہ کر سکے
دُنیا جو چاہتی تھی کبھی ہم نہ کر سکے

ہوتا بھی کس طرح سے شکستہ طلسمِ شوق
زورِ تصوّرات کو ہم کم نہ کر سکے

ان کو پڑی ہی کیا تھی کہ بھرتے وہ آہِ سرد
غم ہم کو چاہیئے تھا ہمیں غم نہ کر سکے

یہ ضبطِ غم بھی کوئی بڑی شے ہے چشمِ ناز
وہ کام دے کہ جو یہ دو عالم نہ کر سکے

ہیں حد سے بے نیاز محبت کی وسعتیں
وہ بھی نظامِ عشق کو برہم نہ کر سکے

دل نے تو کر لیا انہیں رگ رگ میں جلوہ گر
دل نے وہ کام کر لیا جو ہم نہ کر سکے

زاہد شکستِ توبہ کا اتنا سا راز ہے
ساقی کی چشمِ ناز کو برہم نہ کر سکے

میرے خیال میں تو وہ دیندار ہی نہیں
جو تیرے پائے ناز پہ سر خم نہ کر سکے

آتے ہی اُن کا نام بڑھی اتنی بیخودی
ہم دل سے اُن کا ذکر بھی پیہم نہ کر سکے

بہزاد ہم نے دین بھی دل بھی لُٹا دیا
وہ کون سا ہے کام کہ جو ہم نہ کر سکے

مست ہوں رنگِ بہار دیکھ کر — دامنِ دل تار تار دیکھ کر

کیا میں کہوں دل کا حال کیا ہوا — آج تمہیں اشکبار دیکھ کر

دیکھ کہیں دل کا آج خون نہ ہو — اے خلش انتظار دیکھ کر

چشمِ کرم جو تجھے دینا ہے دے — دامنِ اُمیدوار دیکھ کر

کہتے ہیں مٹنے کا حال غم کا حال — ہم نگہِ غمگسار دیکھ کر

آج تو بے اختیار ہنس پڑی — صبحِ چمن روئے یار دیکھ کر

آپکی آنکھوں میں بھرے اشک کیوں — میری طرف بار بار دیکھ کر

تُو تو پلا ساقیا بے کہے — جام نہ دے ہوشیار دیکھ کر

حالِ ستم ان سے میں کیا کہوں
چُپ ہوں انہیں شرمسار دیکھ کر

محبّت کی میں زندگی بن گیا ہوں
زہے بے خودی، بیخودی بن گیا ہوں

محبّت کا ہر رنگ دیکھا ہے میں نے
کبھی مٹ گیا ہوں کبھی بن گیا ہوں

عجب حال میں ہوں مرا پوچھنا کیا
تمہارے لبوں پر ہنسی بن گیا ہوں

مرا چاک دامن نہ دیکھو نہ دیکھو
جو تم چاہتے تھے وہی بن گیا ہوں

میں ہر سانس میں ذکر کرتا ہوں تیرا
سراپا میں خود بندگی بن گیا ہوں

وہ نظریں ملیں وہ کوئی مُسکرایا
ابھی مٹ گیا تھا ابھی بن گیا ہوں

محبّت ہوں مَیں ہے مجھی سے اُجالا
کسی کے لئے روشنی بن گیا ہوں
مٹانے چلا ہوں میں بہزاد دیں بھی
محبّت میں ایسا سخی بن گیا ہوں

جہانِ عاشقی کہتے ہیں جس کو وہ جہاں میں ہوں
محبّت کی زمیں مَیں ہوں وفا کا آسماں مَیں ہوں
فضائے رنگ و بوئے گلستاں کا رازداں میں ہوں
چمن کا پتّہ پتّہ کہہ رہا ہے باغباں مَیں ہوں
تری اس پی کہاں، کا اے پپیہے قدرداں مَیں ہوں
مرا ہم داستاں تُو ہے ترا ہم داستاں مَیں ہوں
گل و بلبل ہیں دونوں لازم و ملزوم آپس میں
جو جانِ گلستاں وہ ہیں تو رُوحِ گلستاں مَیں ہوں
مجھے غم ہے مصیبت ہے تمہیں عیش و مسرّت ہے
بہارِ بے خزاں تم ہو بہارِ پُر خزاں مَیں ہوں

طلسمِ حُسن و اُلفت ایک ہی مرکز پہ قائم ہے
جہاں دل ہے وہاں تم ہو جہاں تم ہو وہاں مَیں ہوں
فضائے زندگانی میں سکوں ہو کس طرح پیدا
کہیں نالہ کُناں تم ہو کہیں نالہ کُناں میں ہوں
جہانِ حُسن میں تو مرکزِ حُسنِ نظر تم ہو
محبّت کے جہاں میں مرکزِ صد این و آں مَیں ہوں
جنوں کو کیوں نہ ہوں محبوب بہزاد جنوں پرور
کہ اک لے دے کے بس دستِ جنوں کا رازداں میں ہوں

قلب و نظر پہ آپ ستم ڈھا کے چل دئے
اللہ ری بے رُخی مجھے تڑپا کے چل دئے
کیا عشق کی نگاہ سے شرما کے چل دئے؟
یا میرے اضطراب سے گھبرا کے چل دئے
کیا زندگیِ غم پہ تمہیں پیار آ گیا
مجھ پر نگاہ لطف جو فرما کے چل دئے

دیکھا جو اژدہام تمنّا و آرزو

نیچی نظر کئے ہوئے اٹھلا کے چل دئے

کچھ تو زبان سے کہیئے کوئی بات کیجئے

آئے تھے کس لئے بھلا کیوں آ کے چل دئے

کچھ بھی سمجھ میں آ نہ سکا رازِ حُسن و عشق

میں اُن سے کچھ نہ کہہ سکا وہ آ کے چل دئے

میں دیکھتا ہی رہ گیا اُن کی نگاہ کو

رازِ حیات وہ مجھے سمجھا کے چل دئے

اچھا مری نظر سے کیا آپ نے سلوک

جلووں سے ہی نگاہ کو ترسا کے چل دئے

آنے کو اپنے وعدۂ فردا پہ ٹال کر

بھزاد آج وہ تجھے بہلا کے چل دئے

ان کے بغیر سچ تو ہے زندگی کہاں

بول پپیہے پی کہاں بول پپیہے پی کہاں

اب ہے الم الم کہاں اب ہے خوشی خوشی کہاں

جس کی مجھے تلاش ہے ہائے وہ زندگی کہاں

صورتِ حال کچھ نہیں اس کا ملال کچھ نہیں

تیری خوشی خوشی تو ہے میری خوشی خوشی کہاں

ایک تمہارے جاتے ہی بگڑا انظامِ دہر بھی

اب وہ کہاں ہے چاندنی چاند میں روشنی کہاں

دل کو تباہ کر دیا۔ مجھ کو تباہ کر دیا

میرا نصیب دیکھئے اُٹھا ہے درد بھی کہاں

پہونچی درِ قبول تک اور نہ پلٹ کر آئی کیوں

مجھ کو تو اس کی فکر ہے میری دُعا گئی کہاں

چُھوٹ گیا وہ آستاں حد سے بڑھا غمِ نہاں

اب ہے جبینِ شوق کو لذّتِ بندگی کہاں

چھوڑ دوں تیرا آستاں یہ تو بتا دے مہرباں

جا کے گزاروں آہ میں عمر رہی سہی کہاں

آ گئے خود وہ روبرو مٹ گیا کیف آرزو

نکلا ہے دل سے دیکھئے نالۂ آخری کہاں

جب فضائے عشق کے ماحول میں آتا ہوں مَیں
درد بن کر زندگیٔ غم پہ چھا جاتا ہوں مَیں

جب فضائے بیخودیٔ شوق پر چھاتا ہوں میں
ہوش میں لاتے ہو تم یا ہوش میں آتا ہوں مَیں

میری قسمت میں لکھا ہے اضطرابِ زندگی
زندگیٔ دردو غم ہی میں سکوں پاتا ہوں مَیں

ہوش کی تو بات یہ ہے بزمِ حسن و ناز میں
آپ کی دانست میں بے ہوش ہو جاتا ہوں مَیں

وہ گئے دن جب تڑپتا تھا میں انکی یاد میں
یاد میں اب تو خود اپنی اُن کو تڑپاتا ہوں مَیں

مجھکو کیا معلوم یہ پانی ہے یا ہے خونِ دل
میں تو اتنا جانتا ہوں اشک برساتا ہوں مَیں

میرے ہر ارمان کا مٹنا مبارک ہے مجھے
یہ بھی کیا کم ہے کہ کچھ کھو کر سکوں پاتا ہوں مَیں

کیا خبر ہے کس جگہ جا کر رُکوں کیونکر رُکوں
روک لو موجیں تخیّل کی بہا جاتا ہوں میں

رات کی تنہائی میں عشق تصوّر کے طفیل
زندگی عشق میں بہزاد کھو جاتا ہوں میں

جلوہ بس روئے جلوہ گر تک ہے
زندگی آمدِ سحر تک ہے

سجدۂ شوق میرے سر تک ہے
سر مرا انکے سنگِ در تک ہے

تیری دُنیا ہے میری ہستی تک
میری دُنیا تری نظر تک ہے

اے مری آہ لوٹ کیوں آئی
جب رسائی درِ اثر تک ہے

اے دلِ بے خبر تری منزل
کیا کہوں ایک باخبر تک ہے

ہائے صیّاد جرأت پرواز
تو سمجھتا ہے بال و پر تک ہے

اب جو ہوتے نہیں سجودِ نیاز
دیکھ مغموم سنگِ در تک ہے

صرف آنکھیں نہیں ہیں مضطرب
یہ خلش تو دل و جگر تک ہے

شوق سے ہاں اُلٹئے آپ نقاب
جلوہ بہزاد کی نظر تک ہے

دل کی خلش کا دردِ محبّت کا واسطہ
دیکھو ادھر بھی چشمِ مروّت کا واسطہ

رودادِ غم کے سُننے کی کوشش کرو نہ تم
افسانہ ہائے دردِ محبّت کا واسطہ

جلوؤں کو کھیلنے دو نظر سے مری ذرا
تم کو نگاہِ عشق کی جرأت کا واسطہ

کیوں بے نقاب کرتے ہو یہ روئے تابناک
نظارۂ جمالِ حقیقت کا واسطہ

للہ اس طرف بھی وہی چشمِ دل نواز
مَیں دے رہا ہوں لفظِ محبّت کا واسطہ

میرے دل و دماغ پہ اتنا نہ چھاؤ تم
تنہا ہیوا تمہیں شبِ فُرقت کا واسطہ

باقی رہے نہ جیب و گریباں میں ایک تار
دستِ جنوں تجھے مری وحشت کا واسطہ

چھا جاؤ تم نگاہِ محبّت شعار پر

رنگینیٔ جمال کی جنّت کا واسطہ

اے کردگار بخش دے بہزاد کے گناہ
دیتا ہے وہ تجھے تری رحمت کا واسطہ

میرے فضائے شوق پہ چھا کر تو دیکھئے
بیگانہ ہوں پر اپنا بنا کر تو دیکھئے

دل کی نظر کے سامنے آکر تو دیکھئے
رگ رگ میں عاشقی کی سما کر تو دیکھئے

اب تک نظر بنا ہے ہر اک ذرّۂ جہاں
اب گوشۂ نقاب اُٹھا کر تو دیکھئے

دیوانہ کر کے آپ کو کیا لُطف آئے گا
جو چیز بن سکوں وہ بنا کر تو دیکھئے

آجائے لُطف آپ کو راز و نیاز کا
بزمِ تصوّرات میں آکر تو دیکھئے

غم لے تو نازِ حُسن اُٹھائے بہت پر آپ
کچھ ناز عاشقی کے اُٹھا کر تو دیکھئے

آتا ہوں یاد یا نہیں آتا بھلا کے میں
اک بار آپ مجھکو بھلا کر تو دیکھئے

شاید کسی طرح یہ سکوں سے بدل سکے
میرا یہ اضطراب مٹا کر تو دیکھئے

بہزاد کی نظر میں ہے اک کائنات عشق
بہزاد کی نظر میں سما کر تو دیکھئے

باتیں نہ کرے کیوں دلِ ناشاد تمہاری
ہر وقت ستاتی ہے اُسے یاد تمہاری

کچھ منہ سے نہیں کہتے ہیں ہم عشق کے مارے
خاموش سہا کرتے ہیں بیداد تمہاری

آنکھوں میں بھرے کس کے ہیں آنسو یہ بتاؤ
فریاد ہماری ہے کہ فریاد تمہاری

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم مل بھی گئے تو
بیچین ہی رکھے گی ہمیں یاد تمہاری

ہر رنگ مبارک رہے ہر طرح مبارک
غیروں کو کرم اور ہمیں بیداد تمہاری

سو جائے بڑے چین سے بیمار شب غم
راتوں کو نہ آجائے اگر یاد تمہاری

یہ چیز بھی ممکن ہے کہ ہم بھول بھی جائیں
اب تک تو ہمیں یاد ہے بیداد تمہاری

رو دیتے ہو تم سُن کے کسی نام کو اکثر
عادت نہیں جاتی ہے یہ بہزاد تمہاری

بس ہم عجب زندگی کر رہے ہیں
کبھی جی رہے ہیں کبھی مر رہے ہیں

یہ نالے یہ آہیں جو ہم بھر رہے ہیں
اُنہیں روشناسِ ستم کر رہے ہیں

خدا کی قسم بس ہم ہی جانتے ہیں
محبت کی دُنیا میں کیونکر رہے ہیں

نہ ہنس کر ہی گذری نہ رو کر ہی ہم سے
عجب حال میں زندگی بھر رہے ہیں

تعجب نہ کر غم نہ کھا قلبِ غمگیں
ہمیشہ یہی اُن کے تیور رہے ہیں

نہ برسیں بھلا کس لئے خوں کے آنسو
کہ ممنونِ دل دیدۂ تر رہے ہیں

کوئی راز پھر آج ہے کھُلنے والا
وُہ پھر میری اُلفت کا دم بھر رہے ہیں

جفائیں کرو شوق سے تم۔ جفا کی
شکایت ہی ہم تم سے کب کر رہے ہیں

شب و روز رو رو کے بہزاد گریاں
طبیعت کو مانوسِ غم کر رہے ہیں

ہر شے کو مرے دل سے بھُلاتے ہوئے آتے
آنا تھا تو بے ہوش بناتے ہوئے آتے
مدہوشیوں کو ہوش میں لاتے ہوئے آتے

آتے مری دُنیا کو جگاتے ہوئے آتے
ہر ذرّے کو اک طور بناتے ہوئے آتے

یہ ہو نہ سکا جلوے لُٹاتے ہوئے آتے
اشکوں پہ گراتے مرے تم برقِ تبسّم
پانی میں ذرا آگ لگاتے ہوئے آتے

گر بندہ نوازی ہی تھی تو حسنِ نظر سے
ہر چیز کو پُرنور بناتے ہوئے آتے

گر بارگہِ عشق میں آنا تھا تو خود کو
اپنی بھی نگاہوں سے چھپاتے ہوئے آتے

چہرے کو چھپانا ہی جو مقصود تھا ان کا
نظروں کو نہ بیتاب بناتے ہوئے آتے

دُنیا کو تو اک آن میں بیہوش کیا تھا
مجھ کو بھی ہر اک چیز بھُلاتے ہوئے آتے

خودداریِ اُلفت بھی کوئی چیز تھی بہزاد
ہر گام پہ کیوں سر کو جھکاتے ہوئے آتے

رہینِ جلوۂ حسن و شباب ہو نہ سکی
خراب حال کی حالت خراب ہو نہ سکی

جُدا جو رُخ سے تمہارے نقاب ہو نہ سکی
تو کیا یہ دل کی نظر کامیاب ہو نہ سکی

نظر سے تو نہ ہوا انتخابِ حُسن مگر
جمال سے بھی نظرِ انتخاب ہو نہ سکی

تری شراب کو ساقی شراب کیا سمجھوں
رہینِ توبہ تو تیری شراب ہو نہ سکی

مجھے ملال ہے تم کو ملال ہو کہ نہ ہو
تمہاری یاد مرا اضطراب ہو نہ سکی

اسی سبب سے مرے دل سے آپ ہیں ناراض
کہ دل سے خاطرِ چشمِ پُر آب ہو نہ سکی

نگاہِ جلوہ طلب اے شہِ جمال بتا
ترے حضور میں کب باریاب ہو نہ سکی

ملال کچھ نہیں مجھکو ملال اتنا ہے
مری وفا کا محبت جواب ہو نہ سکی

مری نظر میں وہ رہتے ہیں آجکل بہزاد
نگاہ جن کی نظر کا جواب ہو نہ سکی

تم سے نظر کے سامنے آیا نہ جا سکا
شاید نظر کا بار اُٹھایا نہ جا سکا

ہم سے ترا تصوّر رنگیں ترا خیال
کیں لاکھ کوششیں پہ بُھلایا نہ جا سکا

بزمِ تجلّیات کی وارفتگی نہ پوچھ
یہ ہوش تھا کہ ہوش میں آیا نہ جا سکا

تھیں جلوہ گر جو آپ کی اس میں تجلّیات
دل عشق کی نظر سے گرایا نہ جا سکا

وہ تو ہزار رنگ سے پوچھا کئے مگر
ہم سے ہی دل کا حال بتایا نہ جا سکا

ناکام ہو گئی مری چشمِ پُر آب بھی
شُعلہ بھڑک گیا تو بُجھایا نہ جا سکا

موجود ہو نگاہِ تصوّر کے سامنے
اب تو کہو کہ تم سے بُلایا نہ جاسکا

دستِ گدا نواز کا اس میں ہے کیا قصور
دستِ طلب ہمیں سے بڑھایا نہ جاسکا

اپنی نگاہ سے تو چھپایا تمہیں مگر
دل کی نظر سے تم کو چھپایا نہ جاسکا

ان کی عطا کی خیر ہو بہزادِ مبتلا
وہ کی عطا کہ جس کو بھلایا نہ جاسکا

بارک اللہ آپ نے کارِ نمایاں کر دیا
اک نظر میں بے نیازِ کفر و ایماں کر دیا

کس نے پھر بیچین یہ سازِ رگِ جاں کر دیا
روح کو مضطر کیا دل کو پریشاں کر دیا

دیکھئے کیا ہو مرے اشکِ مسلسل بار بار
دل تھا اک قطرہ مگر اس غم نے طوفاں کر دیا

اے جبینِ شوق تیری قوتوں کے میں نثار
ایک سجدے سے قیامِ بزمِ امکاں کر دیا

اے تصوّر کیا سکونِ دل تھا تجھکو ناگوار
تُو نے انکو سامنے لاکر خراماں کر دیا

ایک لمحے میں کیا طے جادۂ عشق و وفا
میرے پائے شوق نے منزل کو حیراں کر دیا

حُسن کی میں اس نگاہِ ظلم کو کرتا ہوں یاد
عاشقی کی روح تک کو جس نے گریاں کر دیا

اس نگاہِ ناز نے بہزاد ہر جنبش کے ساتھ
زندگانی بخشدی جینے کا ساماں کر دیا

بات یہی ہے راز کی عشق کا راز کچھ بھی ہو
اُن کو تو ناز پر ہے ناز شانِ نیاز کچھ بھی ہو

چاہے یہ بندگی رہے چاہے نہ بندگی رہے
سر تو ہو پائے ناز پر بندہ نواز کچھ بھی ہو

قلبِ حقیقت آشنا ظاہری ناز پر نہ جا
حُسنِ مجاز پر ہی جا حُسنِ مجاز کچھ بھی ہو

قلب وجگر کے واسطے چاہیئے ہم کو تو وہ شئے
بیخودی جس سے بڑھ سکے سوز کہ ساز کچھ بھی ہو

منزلِ عشق کی طلب دل سے مرے گئی ہے کب
ہو وہ قریب تر کہ ہو دُور و دراز کچھ بھی ہو

اپنی نظر وہیں رہے ذوقِ طلب حسین رہے
سامنے آئے یا نہ آئے جلوہ طراز کچھ بھی ہو

آپ کا پائے ناز ہے میرا سرِ نیاز ہے
میری تو ہے یہی نماز دل کی نماز کچھ بھی ہو

ہوش کی بات تو ہے یہ ہوش بجا نہ رہ سکے
دل کا مآل اب ہو گیا؟ بندہ نواز کچھ بھی ہو

اب ہو عطا کہ ہو ستم یہ ہو جفا کہ ہو کرم
دل سے تو رسم ہے یہی قلب سے ساز کچھ بھی ہو

خود نظر کا تیر بن کر آیئے — پھر مرے قلب و جگر برمائیے
التجا کب تک کرے یہ چشمِ شوق — آپ کو آنا ہو تو آ جائیے
دل کی دُنیا مست ہو کر رہ گئی — ہاں اسی صورت سے پھر شرمائیے
کہیئے کہیئے میں سراپا ہوش ہوں — میں ہمہ تن گوش ہوں فرمائیے
پھر ہوا سینہ سپر میرا جگر — پھر ذرا تیرِ نظر برسائیے
آ گئی ہے منزلِ الفت قریب — اور تھوڑا سا ذرا بڑھ جائیے
سُونا سُونا ہو گیا ہے گلستاں — رنگ و بو بن کر ذرا چھا جائیے
اس طرح کرتے ہیں اُلفت اس طرح — کس طرح سے ہاں ذرا سمجھائیے

منتظر ہیں لوگ بزمِ شعر میں
حضرت بہزاد کچھ فرمائیے

جہانِ شوق کی دُنیا پریشاں ہے جہاں میں ہوں
ہر اک جانب مرا جلوہ نمایاں ہے جہاں میں ہوں
ہوا تو کیا فضا بھی گل بداماں ہے جہاں میں ہوں
خدا شاہد ہے اک بزمِ حسیناں ہے جہاں میں ہوں

جہانِ حُسن بھی اُلفت بداماں ہے جہاں میں ہوں
محبّت کی قسم عشق فراواں ہے جہاں میں ہوں

جہانِ عاشقی ہے ہر طرف اُلفت ہی اُلفت ہے
ہر اک ذرہ ہر اک تارا غزلخواں ہے جہاں میں ہوں

چلو چھوڑو یہاں جذباتِ اُلفت کی گرانی ہے
چلو جنسِ محبّت خوب ارزاں ہے جہاں میں ہوں

تعجب تو یہ ہے پہلو بہ پہلو عشق و اُلفت کے
جمالِ نو بھی مستی سے خراماں ہے جہاں میں ہوں

زمیں سے آسماں تک نور ہے عشق و محبّت کا
محبّت ہی ہر اک ذرہ میں رقصاں ہے جہاں میں ہوں

چلو چل کر مرے ہمراہ دیکھو نئی دنیا
گلستاں؟ ہاں گلستاں ہی گلستاں ہے جہاں میں ہوں

چلو بہزاد کچھ دن کو جو لطفِ زندگی چاہو
کہ لطفِ زندگی! جینے کا ساماں! ہے جہاں میں ہوں

اک نظر سے تم نے میری بے خودی بھی لُوٹ لی
زندگی بھی اور شانِ زندگی بھی لُوٹ لی

اے مری مشقِ تصوّر اور تو باقی تھا کیا
بے کسی باقی تھی تُو نے بے کسی بھی لُوٹ لی

ان کی آمد نے خدا شاہد خوشی کا ذکر کیا
اس دلِ غم آشنا کی بے بسی بھی لُوٹ لی

بُلبُلوں نے اس بہارِ نو بہ نو کو دیکھ کر
اے چمن والو مری نالہ زنی بھی لُوٹ لی

اُن کے آتے ہی سرِ بالیں مجھے ہوش آگیا
عشق کے بیمار کی وارفتگی بھی لُوٹ لی

اس قدر کھویا کہ جلووں کو نہ سجدہ کر سکا
اُف تجلّی تُو نے میری بندگی بھی لُوٹ لی

چشمِ پُرنم نے مری اشکِ مسلسل نے مرے
ہاں غم و رنج و الم کی تشنگی بھی لُوٹ لی

غنچہ غنچہ کیوں ہے لب بستہ یہ صحنِ باغ میں

کیا مری غنچوں نے طرزِ خامشی بھی لُوٹ لی
کیا کہیں بہزاد کیوں ہم کو نہیں آتی ہنسی
ان جفا پرور حسینوں نے ہنسی بھی لُوٹ لی

سینے میں اضطراب چھُپائے ہوئے ہو تم
جو کچھ مَیں کھو چکا ہوں وہ پائے ہوئے ہو تم
کیوں روئے تابناک چھُپائے ہوئے ہو تم
جلووں کو خود نگاہ بنائے ہوئے ہو تم
اُس ایک دل پہ قیمتِ کونین بھی نثار
جس دل کو کامیاب بنائے ہوئے ہو تم
جانِ تصوّرات ہو رُوحِ تصوّرات
بزمِ تصوّرات پہ چھائے ہوئے ہو تم
آنکھیں ہیں سرخ. سُرخ نگاہیں ہیں مضمحل
جاگے نہیں ہو بلکہ جگائے ہوئے ہو تم
ہر شے میں جلوہ گر ہیں تمہاری تجلّیاں
ہر چیز کو حسین بنائے ہوئے ہو تم

چہرہ ہے زرد زرد طبیعت ہے مضمحل
معلوم ہو رہا ہے ستائے ہوئے ہو تم
کیوں تم بجھا رہے ہو محبّت کی آگ کو
ناکام زندگی کو بنائے ہوئے ہو تم
بہزاد مضطرب لئے کہتا ہے اک جہاں
مدّت سے جسکو دل سے بھُلائے ہوئے ہو تم

لب پر ہے ہنسی آنکھ میں اشکوں کا خزینا
تقدیر میں میری نہ تو مرنا ہے نہ جینا
لاچاریٔ جذباتِ الم یاد ہے مجھکو
اک تیرے اشارے پہ وہ آنسو مرے پینا
وہ چہرۂ انور پہ ڈھلکتے ہوئے آنسو
یاد آئے جنہیں دیکھ کے ساون کا مہینا
تجھکو مرے جذبات محبت کی قسم آ
آ تجھکو سکھا دوں میں محبت کا قرینا

آ پہلے تو ساقی ذرا یہ فیصلہ کر لیں
توبہ ہے گراں تر کہ ترے ساغر و مینا
ساغر میں ہے یہ گیسوئے ساقی کی ہی پرچھائیں
یا اور کوئی شے ہے ذرا دیکھ کے پینا
اس شرط پہ کشتی کو میں طوفان میں چھوڑوں
ساحل چلے کہتا ہوا کس جا ہے سفینا
معلوم نہیں کس لئے گھبرا سا گیا حسن
آیا جونہی جذباتِ محبت کو پسینا
دھڑکا سا مجھے رہتا ہے کہ وہ ظلم کا بانی
دُشوار نہ کر دے کہیں بھزاد کا جینا

مرے سوال کا جب ہے جواب ناممکن
تو دُور ہو یہ مرا اضطراب ناممکن
مٹا دوں اپنی طبیعت کی میں یہ خودداری
یہ بات اے دلِ خانہ خراب ناممکن

مجھے نوازے نوازے دل و جگر میرے
شباب وہ بھی تمہارا شباب ناممکن
ملی نظر سے کسی کی نظر یہ بول اُٹھی
نظر نظر میں سوال و جواب ناممکن
کسی کو حال پہ کچھ تیرے رحم آ جائے
یہ بات ہے مری چشم پر آب ناممکن
نگاہِ عشق و محبّت نگاہِ جلوہ طلب
حضورِ حسن میں ہو باریاب ناممکن
مری نظر میں ہیں مجبوریاں محبّت کی
عیاں ہو غم کا مرے اضطراب ناممکن
یہ حال ہے کہ تجلّی ہے ہر طرف رقصاں
چھپا سکے انہیں اُن کی نقاب ناممکن
یہاں ہے گر یہی ماحولِ زندگی بھزاد
سکوں نصیب بنے اضطراب ناممکن

میری توکّل بہار لئے جارہے ہو تم

ہر صبر ہر قرار لئے جارہے ہو تم

کیا روئے جلوہ بار لئے جارہے ہو تم

ہر برق ہر شرار لئے جارہے ہو تم

فرزانگی و عقل و خرد ہوش و اضطراب

سب دل کے اختیار لئے جارہے ہو تم

آئے تھے زندگی کی مری لیکے کائنات

اب زیست کی بہار لئے جارہے ہو تم

بخشا تھا اپنی مست نظر سے جو تمنے آج

وہ لطف صد خُمار لئے جارہے ہو تم

معلوم ہو رہا ہے نگاہوں سے صاف صاف

دل پر وفا کا بار لئے جارہے ہو تم

جاکر کروگے کس کی نگاہوں کو سرفراز

جلوے جو بے شمار لئے جارہے ہو تم

دل کو تو کر چکے ہی تھے تم پہلے مضطرب

نظروں کا بھی قرار لئے جارہے ہو تم

بہزاد سے تو کہتے ہو کچھ واسطہ نہیں

کیوں نام بار بار لئے جارہے ہو تم

نظر سے نظر کو ملا کر کروں کیا
محبت تری آزما کر کروں کیا

خوشی سے بہت دُور ہے میری دُنیا
بتاؤ تمہیں مُسکرا کر کروں کیا

مری حسرتوں کا تو خوں ہو چکا ہے
نہ روؤں تو پھر مُسکرا کر کروں کیا

میں اسکی حقیقت کو پہچانتا ہوں
میں رسمِ محبّت بڑھا کر کروں کیا

گرا دینگے نظروں سے اپنی وہ مجھکو
نگاہوں میں انکی سما کر کروں کیا

کوئی کفر کا ملنا آساں نہیں ہے
میں ایمان اپنا لُٹا کر کروں کیا

محبّت کا قصّہ محبّت کی باتیں
انہیں یاد ہی ہیں بتا کر کروں کیا

بھلا کون اس کو نوازے گا آکر
میں بزمِ محبّت سجا کر کروں کیا

یہ قلب و جگر تو ہیں بہزاد اُسی کے
کسی کی نظر سے بچا کر کروں کیا

دل حزیں مجھے ہستی تباہ کرنے دے
اگر گنُہ ہے محبت گناہ کرنے دے

جو غم ہی اصل ہے تو غم ہی خوشی نہ سہی
جو کیف نغمہ نہیں ہے تو آہ کرنے دے

بہار آئی ہے ہشیار اے دلِ مدہوش
مجھے جنوں سے ذرا رسم و راہ کرنے دے

تباہیوں ہی میں مضمر ہیں اس کی تعمیریں
تباہ کرتا ہوں دل کو تباہ کرنے دے

جو تیرا نام محبت ہے اے خلش دل کی
نہ اختیار مجھے کوئی راہ کرنے دے

مجھے نہ خوف جہنم سے تو ڈر واعظ
گناہ وجہِ کرم ہے گناہ کرنے دے

یہ زندگی جسے کہتے ہیں سب دلِ مضطر
اسی لئے تو ملی ہے تباہ کرنے دے

تجھے میں دیتا ہوں بہزاد مبتلا کی قسم
کہ زندگی مجھے یوں ہی تباہ کرنے دے

میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ سوئے ہوئے ہو تم
شاید کسی خیال میں کھوئے ہوئے ہو تم

چہرہ ستا ستا سا ہے آنکھیں ہیں سُرخ سُرخ
میری طرح سے آج بھی روئے ہوئے ہو تم

غمگین ہر ہنسی ہے فسردہ ہر ایک بات
معلوم ہو رہا ہے کہ روئے ہوئے ہو تم

میرے پکارنے پہ بھی ملتا نہیں جواب
کیا جانے کس خیال میں کھوئے ہوئے ہو تم

تم چاہتے تو دُور نہ تھا ساحلِ مُراد
دُنیا کو بحرِ غم میں ڈبوئے ہوئے ہو تم

نمناک انکھڑیوں پہ فدا کائناتِ دل
تارِ نظر میں اشک پروئے ہوئے ہو تم

اس کو سکھا سکے گی تمازت نہ دھوپ کی
دامن جو اشکِ غم میں بھگوئے ہوئے ہو تم

کیا تم نگاہِ عشق سے مدہوش ہو گئے

ہاتھوں کو زندگی سے جو دھوئے ہوئے ہو تم

کیا یاد آ گئی ہے کسی فتنہ کار کی

بہزاد آج کیا ہے جو کھوئے ہوئے ہو تم

سکون دیکھ لیا اضطراب دیکھ لیا

غضب کہ رنگ جہانِ خراب دیکھ لیا

زمانہ طُور کا یاد آ گیا زمانے کو

جدھر بھی تُو نے اُٹھا کر نقاب دیکھ لیا

ترا حجاب بھی حدِّ نگاہ بن نہ سکا

نظر نے آج تجھے بے حجاب دیکھ لیا

بہائے کب مری آنکھوں نے اشکِ خوں آلود

تری نظر میں جب اپنا جواب دیکھ لیا

ہر ایک ذرّہ میں تیرے تجلّیاں ہیں عیاں

ترا حجاب بھی جانِ حجاب دیکھ لیا

کھُلی جو آنکھ تو تعبیر خواب پانے کو

لگی جو آنکھ تو وحشت کا خواب دیکھ لیا

پڑی نگاہ تجھی پر تمام محفل میں

نگاہِ حسن؟ مرا انتخاب دیکھ لیا

بہت لطیف ہیں ناکامیاں محبّت کی

ترے نثار محبّت کا خواب دیکھ لیا

جواب اپنا نہ پایا کہیں بھی اے بہزاد

جہانِ حُسن میں ان کا جواب دیکھ لیا

زیست میں اب خوشی نہیں غم میں گذارتا ہوں مَیں

اے مری جانِ زندگی تجھ کو پکارتا ہوں مَیں

کیوں نہ کروں میں آہ آہ میرا سکوں ہوا تباہ

کشتیٔ دل ہے غرقِ غم اس کو اُبھارتا ہوں میں

کس کو نصیب بے بسی ہے یہی لطفِ زندگی

بچھتی ہے جب بساطِ عشق جان کے ہارتا ہوں مَیں

مٹنے لگا ہے داغِ دل بجھنے لگا چراغِ دل

اُس کو اُجاڑتے ہو تم جس کو سنوارتا ہوں میں

بے خبرِ غم و ملال نورِ جہانِ صد جمال
تیرے نثار جاؤں میں تجھکو پکارتا ہوں میں

کہتا ہے اس کو اک جہاں عشق کی کامیابیاں
رنج و الم کی زندگی ہنس کے گزارتا ہوں میں

تیری یہ پست ہمتی ناخدا دیکھ تو سہی
بحرِ الم سے اپنی آپ کشتی اُبھارتا ہوں میں

ہائے صدائے بازگشت ہائے صدائے بازگشت
مجھکو پکارتے ہیں وہ اُن کو پکارتا ہوں میں

دل کا بھی کام دیکھئے میرا بھی کام دیکھئے
مجھکو بگاڑتا ہے دل، دل کو سنوارتا ہوں میں

محبت نہ آساں محبت نہ مشکل — محبت ہی خود ہی محبت کی منزل
نہ اسمیں الم ہی نہ اسمیں خوشی ہو — یہ خود اپنا انجام خود اپنا حاصل
محبت کا ہر رنگ سب سے نرالا — جو چاہو تو آساں جو چاہو تو مشکل
نہ بدلا مرا دل نہ دل کی تمنا — وہی دل ہے میرا وہی دل کی محفل
تمہاری پھر آنکھوں میں آنسو سے آئے — بگڑتی کو ہے دیکھ لو رنگ محفل

انہیں پر سو میں نے وفائیں لٹایا — مرے پاس جو کچھ بھی تھا انکے قابل
میں اُن پیارے جلووں کے قرباں کہ جنپر — ہوا دل بھی مائل نگاہیں بھی مائل
نہ اسمیں ہیں شمعیں نہ اسمیں پتنگے — ہے ہر چیز سے ماورا اُسکی محفل

نہ بہزاد کی زندگی کو مٹاؤ
کہ بہزاد کی زندگی کے ہو حاصل

اُلفت کا اب تو خواب پریشاں ہے اور ہم
یعنی خیال گیسوئے جاناں ہے اور ہم

اپنی نظر کے سامنے جلووں کا ہے ہجوم
یعنی کہ رنگ و بوئے گلستاں ہے اور ہم

ان کی تجلیات کی دُنیا ہے اور وہ
دستِ جنوں میں اپنا گریباں ہے اور ہم

افسانۂ جمال مکمل ہے اور وہ
اور داستانِ درد کا عنواں ہے اور ہم

ہم اپنی کیفیات کا کیا ماجرا کہیں
درد و الم کا اک غمِ پنہاں ہے اور ہم

تنہائیوں میں ہجر کی فرقت کی رات میں
نظارۂ تصوّرِ جاناں ہے اور ہم

جلوے بکھیرنے کے لئے آ رہے ہیں وہ
اب دعوت نگاہ کا ساماں ہے اور ہم

قسمت سے مل گئی ہے یہ الجھن کی زندگی
ہر لمحہ اضطراب کا ساماں ہے اور ہم

بزمِ غم والم میں ہیں دو مضطر حیات
بہزادِ مضطرب بھی پریشاں ہے اور ہم

اے دل تجھے خبر ہے کہ کیا کر رہا ہوں میں
جو حق ہے زندگی کا ادا کر رہا ہوں میں

تم ہو جفا نواز جفا کر رہے ہو تم
میں ہوں وفا پرست وفا کر رہا ہوں میں

تم سے تو مجھکو کوئی شکایت نہیں رہی
قسمت کی خوبیوں کا گلہ کر رہا ہوں میں

ہاں دیجئے سزا کہ سزاوارِ عشق ہوں

ہاں ہاں میں کر رہا ہوں خطا کر رہا ہوں میں

وہ دن گئے کہ نغموں سے ہی کھیلتا تھا دل
اب نالہ ہائے ہوش ربا کر رہا ہوں میں

نکلا ہوں جستجو میں غمِ دل کے ساتھ ساتھ
رہزن کو آج راہنما کر رہا ہوں میں

اب آپ اپنی شانِ کرم کو دکھایئے
میری ہی خطا ہے خطا کر رہا ہوں میں

شاید اسی طرف سے ملے کچھ سکونِ زیست
پہلو سے اپنے غم کو جدا کر رہا ہوں میں

بہزاد تم بھی دیکھ رہے ہو گواہ ہو
کب سے بلند دست دعا کر رہا ہوں میں

آتی ہے جب چمن میں تو جاتی نہیں بہار کیا
اے مرے اضطراب دل درد کا اعتبار کیا

دل کا خیال ہے مجھے دل سے ملال ہے مجھے
آپ سے کیوں گلہ کروں آپ پہ اختیار کیا

دل میں کہاں وہ کائنات جو کہ تھی باعثِ حیات
ڈھونڈ رہا ہے قلب میں تیر نگاہ یار کیا

اب نہ وہ آہِ سرد ہے اب نہ تڑپ نہ درد ہی
میرے چمن کو آجکل بھول گئی بہار کیا

یہ مرے نالہ ہائے شب یہ مرا درد یہ تڑپ
میری بہار ہے یہی اور مری بہار کیا

صبر کی حد بتایئے جبر کی حد بتایئے
کرنا پڑے گا عمر بھر آپ کا انتظار کیا

آمدِ یار پر تو ہم ہوش و حواس کھو چکے
دیکھئے اپنا حال ہو وقتِ وداعِ یار کیا

تیری طرف نگاہِ عشق تیری طرف سجودِ شوق
اور خدائے عاشقی بندے کا اختیار کیا

مجھکو تباہ کر کے بھی چین نہیں تجھے ذرا
میرا ہی گھر پسند ہے گردشِ روزگار کیا

کہیں وہ حسیں آنکھ تر ہو نہ جائے

کہیں اُن کو میری خبر ہو نہ جائے

مرے جذبۂ دل مجھے ہے یہ دھڑکا
محبّت میں پیدا اثر ہو نہ جائے

تڑپ شامِ غم کی مزا دے رہی ہے
کہیں شامِ غم کی سحر ہو نہ جائے

یہ چشمِ حسیں دے نہ مجھکو سہارا
یہ رہزن جو ہے راہبر ہو نہ جائے

جنونِ محبّت بڑھا ہے حدوں سے
یہ صحرا ہی اب میرا گھر ہو نہ جائے

میں اس واسطے آہ کرتا نہیں ہوں
کہانی مری مختصر ہو نہ جائے

تجھے اس کا دستِ دُعا ہوش بھی ہے
دُعا بے نیازِ اثر ہو نہ جائے

نہیں دیکھتا ان کے جلووں کو یوں میر
کہ تسکینِ ذوقِ نظر ہو نہ جائے

میں بہزاد یہ دیکھتا ہوں شب غم
تڑپتے تڑپتے سحر ہو نہ جائے

ترے عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں
نہ ہے مدعا مدعا ہو گیا ہوں

تمنائیں میرے لئے مضطرب ہیں
تمناؤں کا آسرا ہو گیا ہوں

اُبھارونگا میں خود محبت کی کشتی
کہ میں عشق کا ناخدا ہو گیا ہوں

مجھے ناخدائے محبت نہ سمجھو
کہ اس سے بھی اب کچھ سوا ہو گیا ہوں

کوئی مجھکو اب میرے دل سے ملا دو
کہ مدّت ہوئی میں جُدا ہو گیا ہوں

گلہ بیوفائی کا کر بیٹھتا ہوں
زہے غم کہ با حوصلہ ہو گیا ہوں

سجودِ محبت میں حل ہوتے ہوتے
میں خود بھی تو اک نقش پا ہو گیا ہوں

ہر اک لفظ اب بنگیا ہے شکایت
یقیناً سراپا گلہ ہو گیا ہوں

میں بہزاد مضطر محبت میں پھنسکر
خدا کو خبر ہے کہ کیا ہو گیا ہوں

میں کروں کیوں اعتبار آرزو
ہو گیا ہوں میں شکار آرزو

کچھ خبر ہے اے بہار آرزو
ہو چلا پھر اعتبار آرزو

ہم سے پوچھو آرزوؤں کا مآل
ہم نے دیکھی ہے بہارِ آرزو

آرزوؤں کو نہ یوں پامال کر
اے مرے پروردگار آرزو

آرزوؤں کیلئے روئیگا کون
دل ہی ہوگا سوگوار آرزو

ایک دن تھا حسرتوں کی بزمِ خاص
اب مرا دل ہے مزارِ آرزو

اے دل بیتاب پروانے کو دیکھ
کوئی بھی ہے کامگارِ آرزو

اسکو کب حاصل ہے تسکین حیات
جو نہیں ہے بیقرارِ آرزو

دیکھ ہاں بہزاد کی آنکھوں کو دیکھ
ہے نگاہوں میں خمارِ آرزو

نہ یہ پوچھو کہ کیا یاد آرہا ہے
محبّت میں خدا یاد آرہا ہے

خلش سی پھر ہوئی پیدا جگر میں
مجھے اک بیوفا یاد آرہا ہے

حدوں سے بڑھ چلی طوفاں کی تیزی
مجھے اب ناخدا یاد آرہا ہے

دل بے مدعا آخر۔ ہوا کیا
غمِ بے مدعا یاد آرہا ہے

بھرے تھے جس میں کچھ نغماتِ خاموش
وہ سازِ بے صدا یاد آرہا ہے

دیئے ہیں اسقدر دھوکے کسی نے
فریبِ مدعا یاد آرہا ہے

محبت ہاں محبّت کا مجھے پھر
وہ وقتِ ابتدا یاد آرہا ہے

چمکتے ہیں یہ کیوں آنکھوں میں آنسو
کوئی بھولا ہوا یاد آرہا ہے

وہ محرومِ جفا۔ بہزادؔ وہ دل
وہ محرومِ جفا یاد آرہا ہے

جانِ دل تُو ہے دلنشیں تو ہی
کوئی دل میں مرے نہیں تُو ہے

کچھ نہیں ہے جہاں میں تیرے بغیر
میری دُنیا مری زمیں تُو ہے

بس نوازا ہے مجھ کو اک تُو نے
اک فقط عشق آفریں تُو ہے

باعثِ عشق باعثِ ارماں
تُو ہے ہاں اور بالیقیں تُو ہے

کیوں نہ آجائے انتخاب میں تو
مرکزِ عشق اوّلیں تُو ہے

تجھ سے قائم ہے عاشقی کی حیات
زندگی کا مِری امیں تُو ہے

مالکِ کائناتِ عالمیاں
اے مرے ربّ العالمیں تُو ہے

میری نظریں ہیں تیری شیدائی
میری نظروں میں بس حسیں تُو ہے

ساری دُنیا ہے شاد اور مسرور
ہائے بہزادؔ بس حزیں تُو ہے

رنگِ گُل گُل سے یوں ٹپکتا ہے
جیسے آنکھوں سے خُوں ٹپکتا ہے

انکے رُخ سے فسوں ٹپکتا ہے
میرے رُخ سے جنوں ٹپکتا ہے

اے خوشا عشق، عشق والوں کی
زندگی سے جنوں ٹپکتا ہے

ضبط کرلوں میں آہ کو لیکن
اشک کو کیا کروں ٹپکتا ہے

دل کو جتنا ہے اضطراب مرے
اتنا رُخ سے سکوں ٹپکتا ہے

دل کے کیا زخم ہو گئے ہیں ہرے
آنکھ سے خُون کیوں ٹپکتا ہے

جن کو آنسو سمجھ رہے ہو تم
نہیں پانی یہ خوں ٹپکتا ہے

یہ شفق کب ہے، آسماں سے مری
آرزوؤں کا خوں ٹپکتا ہے

مری آنکھوں سے اشکِ غم بہزادؔ
جسقدر غم سہوں ٹپکتا ہے

ان کا مقصود گُل کھلانا ہے
سامنے آکے ہوش اُڑانا ہے

آزمانے کا اک بہانہ ہے
ظلم کا بھی کوئی ٹھکانا ہے

ایک میں اور اک فسانہ ہے
سُننے والوں میں کل زمانہ ہے

دیکھتی کیا ہے اے جبینِ نیاز
ہاں یہ اُن کا ہی آستانہ ہے

پھر ضرورت ہے آہ و نالہ کی
غم کی دُنیا مجھے بسانا ہے

ہے مسرّت انہیں کے حصّہ کی
میری قسمت میں غم اُٹھانا ہے

میں نے دیکھی ہے حُسن کی دُنیا
میری آنکھوں میں کل زمانہ ہے

مجھکو اس عاشقی میں الفت
اک فریب لطیف کھانا ہے

عاشقی کے جہاں میں اے بہزاد
سب کے لب پر مرا فسانہ ہے

سُنو کونسی زندگی چاہتا ہوں — محبت میں ڈوبی ہوئی چاہتا ہوں
خودی اور نہ میں بیخودی چاہتا ہوں — مگر عشق کی زندگی چاہتا ہوں
خلش جس نے مجھکو عطا کی تھی غم کی — وہی ہاں وہی بے رُخی چاہتا ہوں
میں جس شکل سے آہ لُوٹا گیا تھا — وہی شکل پھر دیکھنی چاہتا ہوں
وہی ہائے اپنا بنا جا رہا ہے — میں جس سے بھی بیگانگی چاہتا ہوں
وجودِ پرستش پہ حیران کیوں ہو — میں بندہ ہوں اور بندگی چاہتا ہوں
کہاں تک لئے جاؤں نامِ محبت — کہ اب میں نئی زندگی چاہتا ہوں
بڑا لطف ملتا ہے مجبوریوں میں — نگاہِ کرم بے بسی چاہتا ہوں

خوشی ہی نہیں میں تو بہزادِ محزوں
غموں سی بھی دلبستگی چاہتا ہوں

بیشتر نوحہ گر رہا ہوں میں — عشق سے بیخبر رہا ہوں میں
عاشقی سے گذر رہا ہوں میں — ہر گھڑی آہ کر رہا ہوں میں
پوچھئے کیا ہو حالِ اُلفت میں — جی رہا ہوں نہ مر رہا ہوں میں

شامِ فرقت کی سختیاں توبہ — صبح سے شام کر رہا ہوں میں
خود سے گر بے خبر رہا تو کیا — تم سے تو باخبر رہا ہوں میں
اب محبت نے رنگ دکھلایا — انکے دل میں اُتر رہا ہوں میں
چارہ سازو تمہیں خبر بھی ہے — اپنا خود چارہ گر رہا ہوں میں

عشق کی زندگی میں اے بہزاد
آپ جی جی کے مر رہا ہوں میں

وہ جلوہ نمائی وہ کافرادائی — نظر آگئی ہم کو شانِ خدائی
عجب شان سے تم نے صورت دکھائی — کہ خود کو بھلا بیٹھی ساری خدائی
نظر تک نہ میری طرف کو اُٹھائی — یہ بیداد یہ ظلم یہ بے وفائی
مرے سامنے کر رہے ہو ڈھٹائی — محبت مری تم نے کب آزمائی
میں اپنے لئے ہائے خود بھی نہیں ہوں — تمہارے لئے ہے یہ ساری خدائی
محبت کا ہر وقت دم بھرنے والو — محبت بتاؤ کسے راس آئی
مرے آج رونے پہ وہ ہنس رہے ہیں — مبارک مجھے میری غم آشنائی
محبت میں دم مارنے کی نہیں جا — محبت میں جائز نہیں لب کشائی

وہیں بن گیا کعبہ، بہزاد ہم نے

جبینِ محبت جہاں پر جھکائی

ایسا نہ ہو کہ کم یہ مرا اضطراب ہو
دل کامیاب ہو نہ نظر کامیاب ہو

مارا ہوا جو ہوں میں جہانِ خراب کا
شرمندہ مجھ سے کیوں نہ جہانِ خراب ہو

میں کٹ رہا ہوں سامنے مرا دل بھی ہے سامنے
اب دیکھنا ہے میں ہوں کہ دل انتخاب ہو

اس سمت ہے نظر تو ادھر دل ہے دیکھئے
دل کامیاب ہو کہ نظر کامیاب ہو

مل جائے ذوقِ عشق کو معراجِ زندگی
انکے حضور میں جو نظر کامیاب ہو

دنیا سے حسن و عشق میں ایسا کرے خدا
میرا جواب ہو نہ تمہارا جواب ہو

دیکھا ہے کامیابِ محبت جو خوابِ عشق
اللہ کامیاب ہی تعبیرِ خواب ہو

اک جان اور سکون کے دشمن ہزار ہیں
بہزاد مبتلا کو نہ کیوں اضطراب ہو

سکوں ہے ادھر اور ادھر بیقراری — ہیں اس سمت نغمے ادھر آہ و زاری
ہمیں اِس پہ قدرت تمہیں اُس پہ قدرت — جگر ہے ہمارا۔ نظر ہے تمہاری
مری زندگی زندگی ہی نہیں تھی — مری زندگی کس نے آکر سنواری
جو حسن و جفا ہے فسانہ تمہارا — تو عشق و وفا ہے کہانی ہماری
خدائے غم و رنج قربان تیرے — عجب چیز ہے لذتِ غمگساری
مجھے فخر ہے خوارئِ زندگی پر — کہ دنیائے الفت میں عزت ہے خواری
محبت نے لوٹا محبت نے مارا — محبت ہے رہزن محبت شکاری
مجھے بیقراری میں لطف آ رہا ہے — کہاں ہے کہاں ہے مری بیقراری

جہاں میں ہے مشہور بہزاد مضطر
مری بیقراری۔ مری اشکباری

فریبِ عاشقی ہے اور میں ہوں — غموں کی زندگی ہے اور میں ہوں
زمانہ کی خوشی ہے اور تم ہو — دو عالم کی غمی ہے اور میں ہوں
جہانِ عشق میں کیا پوچھتے ہو — فقط اک بے کسی ہے اور میں ہوں

زمانے میں تمہارا نام لیوا — مری وارفتگی ہے اور میں ہوں
ہر اک لمحہ ہر اک لحظہ ہر اک وقت — تمہاری بندگی ہے اور میں ہوں
تری مست انکھڑیاں ساقی بنی ہیں — غضب کی بے ہشی ہے اور میں ہوں
میں ذرّے ذرّے کو پہچانتا ہوں — جہانِ آگہی ہے اور میں ہوں
فسانہ حسن کا ہے اور تم ہو — کہانی عشق کی ہے اور میں ہوں
جو پایا تھا ازل میں میں نے بہزاد
وہ رازِ بندگی ہے اور میں ہوں

میں دلِ غم پسند رکھتا ہوں — ہمتیں بھی بلند رکھتا ہوں
دل سے پوچھو کہ حسرتیں کیا ہیں — حسرتیں دل پسند رکھتا ہوں
عشق ہی حسن سے بہت برتر — خود کو اُن سے بلند رکھتا ہوں
میری نظروں نے تمکو چھانٹ لیا — دل سے نظریں بلند رکھتا ہوں
پوچھتے کیا ہو خانۂ دل میں — آرزوؤں کو بند رکھتا ہوں
ہر گھڑی ہے انہیں کا مجھکو خیال — اپنی آنکھوں کو بند رکھتا ہوں
اب سنے کون داستاں میری — کب کوئی دردمند رکھتا ہوں
صرف سجدہ نہیں مرا مقصود — حسرتیں اور چند رکھتا ہوں

کیوں نہ بہزاد اشکِ خوں دوں
ہاں دلِ دردمند رکھتا ہوں

کوئی چشمِ نظر سے دور کیوں ہے
محبت اس قدر مجبور کیوں ہے
یہ جلووں سے فضا معمور کیوں ہے
ہر اک ذرّہ مثالِ طور کیوں ہے
اسے بھی بخش دو دردِ محبت
گذارش دل کی نامنظور کیوں ہے
دو عالم پر تھی قدرت اس کو حاصل
یہ دل اب اس قدر مجبور کیوں ہے
قریب آ کر ذرا مجھکو بتاؤ
کہ منزل عاشقی کی دور کیوں ہے
بہت خود کو کیا ہے عام تو نے
ہر اک ذرّے میں تیرا نور کیوں ہے
مرے دل کو تھی زخموں کی ضرورت

مرے پہلو میں یہ ناسور کیوں ہے

مرے دست کرم کا مانگنا دیکھ

ترا دست کرم مجبور کیوں ہے

کہو بہزاد ان سے جان دے دیں

جو کہتے ہیں کہ یہ مشہور کیوں ہے

بتا راہبر کیوں نہ مسرور ہوں میں

کہ منزل سے اپنی بہت دُور ہوں مَیں

عجب زندگی ہے مری زندگی بھی

نہ مختار ہوں اور نہ مجبور ہوں مَیں

یہ رگ رگ میں کیوں میری تابانیاں ہیں

تمہاری تجلّی سے معمور ہوں میں

سنبھل جائے ذرا دیکھ موسیٰ نہیں ہیں

مقابل ترے جلوۂ طور ہوں میں

کرم ہے نگاہوں کا تیری ہی ساقی

یہ پینے سے پہلے جو مخمور ہوں مَیں

مجھے آپ نے کر لیا ہے جو اپنا

مجھے دیکھئے کتنا مغرور ہوں میں

کہوں گا میں دار و رسن کا فسانہ

کہ منصور ہوں رشک منصور ہوں میں

ذرا دیکھنا تو مرے چارہ سازو

ہر اک زخم کہتا ہے ناسور ہوں مَیں

مجھے فخر اس کا ہے بہزاد مضطر

کہ مختار ہو کر بھی مجبور ہوں مَیں

جذبۂ دل مرے کام آگیا — اُن کی جانب سے پیام آگیا

اللہ اللہ دل ہوا باغ باغ — کس کا میری لب پہ نام آگیا

اک تصوّر میں ہوا دن تمام — ہائے یہ کیا وقتِ شام آگیا

ہیں جفائیں برملا کس لئے — آپ کو بھی رنگ عام آگیا

میکدہ بر دوش ہے وہ نظر — مرے لب تک خود ہی جام آگیا

لے مرے قلب تپاں ہوشیار — آگیا محشر خرام آگیا

ہاں جبینِ شوق کو آخرش — نقشِ پا کا احترام آگیا

ہاں اُٹھے تیغِ نظر بزم میں　　آپ کا ادنیٰ غلام آ گیا

ہنس دیا مجھکو کوئی دیکھکر

آج تو لطفِ سلام آ گیا

یہ جلوؤں کی رنگینیاں رنگ لائیں

کہ اُلفت کی خودداریاں رنگ لائیں

وہ نقشِ قدم خود کھنچا آ رہا ہے

وہ سجدوں کی بیتابیاں رنگ لائیں

وہ بیٹھے ہوئے ہیں پشیماں پشیماں

وہ ان کی جفاکاریاں رنگ لائیں

ارے وہ بھی مقصد سے ہیں دُور کوسوں

محبّت کی ناکامیاں رنگ لائیں

وہ خود مسکراتے چلے آ رہے ہیں

مرے غم کی خودداریاں رنگ لائیں

تصوّر سے بھی دُور تر ہو گیا ہوں

مرے عشق کی خامیاں رنگ لائیں

ہے ہر شے پہ اب اختیارِ محبّت

یہ کیا؟ دل کی مجبوریاں رنگ لائیں

ہے قدموں پہ اسکے مرا دین و ایماں

مری کفر سامانیاں رنگ لائیں

طلب سے ملا مجھکو بہزاد زائد

مری تنگ دامانیاں رنگ لائیں

زندگانی اور کیفِ زندگانی بھول جا

دیکھ اب انجام آغازِ جوانی بھول جا

مہربانی بھول جا، نامہربانی بھول جا

عیش کا افسانہ اور غم کی کہانی بھول جا

اب کہاں وہ دل کہاں، وہ دل کا احساسِ جواں

پہلے کیونکر کٹ رہی تھی زندگانی بھول جا

اب کہاں ہیں وہ امنگیں اب کہاں وہ ولولے

تُو مجھے بالکل ہی اے میری جوانی بھول جا

اب کہاں وہ صاف صاف آنسو وہ موتی اب کہاں

دیدۂ تراب وہ اشکوں کی روانی بھول جا

غم کا قصّہ یاد رکھ غم کی کہانی یاد رکھ

دل کا قصّہ بھول جا دل کی کہانی بھول جا

زندگی میری مکمّل درد بنکر رہ گئی

زندگی میں کیا تھا رنگ شادمانی بھول جا

وہ جہاں تھا اور اے بہزاد یہ دنیا ہی اور

غم کا عالم یاد رکھ اور شادمانی بھول جا

اثر اپنے نالوں میں پیدا کرونگا — نہ جایا کروں گا۔ بلایا کروں گا

حقیقت ہی کیا ہے زمین و زماں کی — جنوں سے میں اپنے نہ سودا کرونگا

بہت روز میں رہ چکا ان کا بندہ — حسینوں کو اب اپنا بندہ کرونگا

تڑپنے میں کچھ اس طرح لطف آیا — کہ سوچا ہے اب خود ہی تڑپا کرونگا

کہاں تک کروں التجائے عنایت — تصوّر ہی میں اُن کو دیکھا کرونگا

مجھے دیکھنا ہے اثر ضبطِ غم کا — نہ آہیں بھرونگا نہ نالہ کرونگا

تعیّن سے گھبرا گئی ہے طبیعت — جدھر پاؤنگا اُن کو سجدہ کرونگا

یہ بہکا دیا ہے تجھے کس نے ساقی — یہ اُمید مجھ سے کہ توبہ کرونگا

کرونگا درِ غیر پر خوب سجدے

یوں ہی ان کو بہزاد اپنا کرونگا

امتحاں کے لئے ستم منظور — عیش کی شکل میں یہ غم منظور

عشق کی التجا ہے جو تم سے — کچھ تو ہو جائے بیش و کم منظور

تم جو مل جاؤ تو تمہارے لئے — درد و رنج و غم و الم منظور

شرط تیری جو یہ ہے منزلِ شوق — سجدۂ شوق ہر قدم منظور

ساری دُنیا کو بھول جاؤں میں — یہ بھی ہاں آپ کی قسم منظور

عشق میں ہو گیا ہے کیا مجھکو — عیش منظور اور نہ غم منظور

سب سے بیگانہ ہو گیا ہوں میں — دیر منظور نے حرم منظور

حُسن والوں کا عاشقی کیلئے — ہر کرم اور ہر ستم منظور

ترکِ اُلفت کی زندگی بہزاد

ہائے کیونکر کریں گے ہم منظور

لاشے ہے شادمانی ناشادماں بنونگا

مجبورِ غم رہا ہوں مجبورِ غم رہونگا

باور ہی کب کروگے سنکر مری زبانی

میں قصۂ محبت کہہ کر ہی کیا کرونگا
مجھکو خبر نہ تھی یہ اے جذبۂ تمنا

اُلفت کی زندگی میں مر مر کے بھی جیونگا
اے میری بے زبانی تجھ سے خدا ہی سمجھے

اپنی نہ کہہ سکونگا اُن کی مگر سنوں گا
راہ وفا سے کیونکر دُنیا گذر رہی ہے

حیران ہوں۔ ہمیشہ حیران ہی رہونگا
تار نظر کی مجھکو ہے اس لئے ضرورت

تار نظر سے۔ اپنے زخمِ جگر سیونگا
دل خُون ہو چکا ہے فریادِ مستقل سے

اب اُن کی کیا سنونگا اب اپنی کیا کہونگا
اے چاند آسماں کے میں پوچھتا ہوں تجھسے

تاریکیوں میں غم کی کبتک گھرا رہوں گا
بھزاد کیا خبر ہے یہ درد و غم کا قصہ
کبتک وہ سُن سکیں گے کبتک میں کہہ سکونگا

جب جانتا نہیں میں ہے چیز کیا تبسم
میرے لبوں پہ آئے پھر کیوں بھلا تبسم

غنچے بھی مسکرائے تارے بھی مسکرائے
میرے لبوں پہ آکر کھویا گیا تبسم

ہاں رُوح عاشقی پھر بالیدہ ہو رہی ہے
پھر یاد آرہا ہے وہ آپ کا تبسم

کہتے ہیں شاید اس کو مجبوریٔ محبت
غم میں بھی ہم نے جبراً پیدا کیا تبسم

چشمِ زدن میں اُنکے تیور بدل گئے ہیں
کھویا گیا لبوں پر آیا ہوا تبسم

ہر شے حسیں حسیں سی معلوم ہو رہی ہے
ہر شے پہ ہے تمہارا چھایا ہوا تبسم

میرے لبوں پہ اکثر روتے ہوئے سے نالے
اور آپ کے لبوں پر ہنستا ہوا تبسم

کیں لاکھ کوششیں پر میں مسکرا سکا کب

تو نے غمِ محبت لوٹا مرا تبسم
بھزاد زندگی سے بیزار ہو چکا ہوں
کیوں آئے میرے لب پر ناکام سا تبسم

اپنی پیشانی کے لکھے کو مٹا سکتا نہیں
بیوفا کو ہائے میں اپنا بنا سکتا نہیں

ہائے میں کس کشمکش میں ہوں کہ انکی ذات کو
یاد کر سکتا نہیں۔ دل سے بھلا سکتا نہیں

ہائے یہ مجبوریاں اور کس قدر مجبوریاں
اپنے غم کھانے پہ بھی میں مسکرا سکتا نہیں

اپنے عالم کے تصدّق اپنے عالم کے نثار
مسکرانے پر ہے قدرت مسکرا سکتا نہیں

عشق کی بے مائیگی اُف غم کی بے سرمایگی
مسکراتے وقت میں اُن کو رُلا سکتا نہیں

سعی لاحاصل سے حاصل اس صراطِ عشق میں
لاکھ بیہوشی ہو لیکن ڈگمگا سکتا نہیں

کیوں مجھے پیدا کیا پھر اے خدائے عاشقی
جب مرا دل بارِ اُلفت ہی اُٹھا سکتا نہیں

یوں تو کہہ سکتا ہوں میں کُل داستانِ زندگی
صرف اپنا مدعا میں لب پہ لا سکتا نہیں

کس مپرسی پر وہ اپنی رو رہا ہے زار زار
کیا کوئی بھزاد کو اپنا بنا سکتا نہیں

کہنے کو ہوں ضرور غمِ دو جہاں سے دُور
لیکن سکوں نہیں ہے ترے آستاں سے دُور

تیرا جمال ہے مرے وہم و گماں سے دُور
اس ماہِ نیم شب سے الگ کہکشاں سے دُور

مجھکو تو خود تباہیاں اپنی عزیز ہیں
بجلی تڑپ رہی ہے یہ کیوں آشیاں سے دُور

مجھکو نہیں پسند یہ زود اختیاریاں
اے رہنما بتا کہ ہے منزل کہاں سے دُور

مجھکو سمجھ سکے گی نہ یہ چشمِ کائنات

ہے میری فکر و فہم نگاہِ جہاں سے دُور

امکان میں نہیں ہیں تقرّب کی لذتیں
تصویر رکھ رہی ہے ترے آستاں سے دُور

اب تک تری قسم ہے جبینِ نیاز کو
ملتا نہیں ہے لطف ترے آستاں سے دُور

انکے بھی ظلم سہتا ہوں اُسکے بھی جور میں
اک اور آسماں ہے مرے آسماں سے دُور

کیا سرزمینِ غیر تمہیں راس آ گئی
بہزاد کیوں پڑے ہو درِ مہرباں سے دُور

بیگانوں کو اپنا نہ بناتے ہوئے آؤ
اپنوں کو بھی بیگانہ بناتے ہوئے آؤ

خم ہے سرِ تسلیم میں راضی برضا ہوں
آؤ مجھے دیوانہ بناتے ہوئے آؤ

ہر شمع کی لَو آس میں جلتی ہے تمہاری
ہر شمع کو پروانہ بناتے ہوئے آؤ

نظروں سے پلاؤ کبھی آنکھوں سے پلاؤ
ہر گام پہ میخانہ بناتے ہوئے آؤ

ہر چیز پہ تم ڈال کے اپنی نگہِ کیف
ہر چیز کو مستانہ بناتے ہوئے آؤ

بیگانہ زمانہ سے ہو کھو جائے جہاں سے
ہر چیز کو ایسا نہ بناتے ہوئے آؤ

دُنیا سے تو بیگانہ مجھے کر چکے کب کا
اپنے سے بھی بیگانہ بناتے ہوئے آؤ

دیکھو نہ مٹاؤ مری بیتاب نگاہی
میں کہتا ہوں ایسا نہ بناتے ہوئے آؤ

بہزاد کو بہزاد ہی رہنے دو تو اچھا
اس کو تو نہ افسانہ بناتے ہوئے آؤ

جہاں دیکھا کوئی نقشِ کفِ پائے حسیں ہم نے
جھکا دی بے تامّل بے کہے اپنی جبیں ہم نے

زہے وہ قصہ ہائے شوق جو خود تم نے دُہرائے

خوشا وہ داستانیں، بے خودی میں جو کہیں ہم نے
جہانِ غم میں ہاں اتنی ہوئی ہے ہم سے نادانی
مرتب داستانِ غم نہ کی غم آفریں ہم نے
ہمیں نے دین و ایماں اپنا اُلفت میں لُٹایا ہی
محبّت میں جنوں کی آفتیں کس نے سہیں ہم نے
جو تم حُسنِ مجسّم ہو تو ہم عشقِ مکمل ہیں
دکھائے دہر میں جلوے کہیں تم نے کہیں ہم نے
نہ خود کی ہم نے پروا کی نہ دیں کی ہم نے پروا کی
ہزار انداز سے دیکھی نگاہ شرمگیں ہم نے
یہی شانِ محبت ہے یہی زورِ عقیدت ہے
وہیں کعبہ بنا ڈالا جہاں رکھ دی جبیں ہم نے
جنونِ عشق کا بہزادِ مضطر آج تک مرکز
نہ زیرِ آسماں پایا نہ بالائے زمیں ہم نے
دل بخش کر کیا ہے مجھے بیقرار کیوں
مجھکو دیا ہے دل مرے پروردگار کیوں

میں حدِ انتظار سے آگے گذر چُکا
مجھکو رُلا رہا ہے غمِ انتظار کیوں
ہر سمت تو ہی تو نظر آتا ہے جلوہ گر
تیرا یہ طرزِ عام نہ ہو ناگوار کیوں
جب مجھ سے تم سے کوئی تعلق نہیں رہا
آتے ہو پھر خیال میں تم بار بار کیوں
جب دہر میں کسی پہ نہیں کوئی بس مجھے
پھر اپنے جان و دل پہ رہے اختیار کیوں
جب اضطراب پر ہی ہے دارومدارِ شوق
پھر آئے میرے قلب و جگر کو قرار کیوں
ہر شے ترس رہی ہے فضائے بہار کی
آیا نہ وہ بہار میں جانِ بہار کیوں
یہ کون آ رہا ہے جُھکائے نگاہِ ناز
بیچین ہو رہی ہے فضائے بہار کیوں
بہزاد پر تو کی نہ کبھی بھی نگاہِ لطف

ہوتے ہوا سکے واسطے اب اشکبار کیوں

میں خود کو ذرا قابلِ بیداد بنا لوں
کچھ صبر کرو قلب کو فولاد بنا لوں

پھر اُن سے ترا حال بھی کہدونگا کسی دن
پہلے انہیں اپنا دلِ ناشاد بنا لوں

یہ ٹھان لیا ہے کہ وہ غم ہو کہ مسرّت
جو لفظ ملے اپنی ہی روداد بنا لوں

کیا یوں ہی اُجاڑیگا تو یہ میرا قفس بھی
اس کو بھی نشیمن جو میں صیّاد بنا لوں

اتنا تو بتا دیدۂ تر تجھکو قسم ہے
کیا اشک الم حاصلِ فریاد بنا لوں

اے رات سے بچھڑے ہوئے اے صبح کے تارے
آ تجھکو میں اپنا دلِ ناشاد بنا لوں

ہر شے میں نظر آنے لگے میری تجلّی
ہر نقش کو اپنا جو میں بہزاد بنا لوں

میرے خدائے عشق نے دل کیا دیا مجھے
گویا زمیں سے عرش پہ پہونچا دیا مجھے

وہ منظرِ حسیں بھی تھا کتنا نظر فریب
جس نے ہر ایک گام پہ دھوکا دیا مجھے

تیری بھی قدر ہے ترے دل کی بھی قدر ہے
دو لفظ کہہ کے آپ نے بہلا دیا مجھے

مرکزِ جفا و جور کا مجھکو بنا لیا
بدلہ مری وفاؤں کا اچھا دیا مجھے

قُدرت نے احترام کیا میرے ذوق کا
جب ہی تو جانِ آرزو تم سا دیا مجھے

جب سے ہوا ہے واقعہ طور و کلیم کا
جلووں سے کیوں حضور نے ترسا دیا مجھے

منزل سے دُور ہوں مجھے منزل سے واسطہ
منزل پہ لا کے کس نے یہ دھوکا دیا مجھے

ہر لفظ میں اثر ہے ہر اک بات میں اثر

حیراں ہوں کس نے قلب شکستہ دیا مجھے

بہزاد جس کی ذات سے وابستہ تھی اُمید

اُس نے بھی تو فریبِ تمنّا دیا مجھے

دن ہو تم میرے لئے تم شام ہو میرے لئے

زندگی کا نو بہ نو پیغام ہو میرے لئے

تم معنبر دن معطّر شام ہو میرے لئے

اک جوانی کا دہکتا جام ہو میرے لئے

میں تمہارے واسطے ہوں خود ہی کب سے مضطر

اور اک مدّت سے تم ناکام ہو میرے لئے

میں تمہارے واسطے تو خوب رُسوا ہو چکا

چاہتا ہوں اب کہ تم بدنام ہو میرے لئے

جبکہ ہے آغاز ہی اس زندگی کا ہولناک

دیکھئے اُلفت کا کیا انجام ہو میرے لئے

زندگی یوں ہی رہے قائم قیامِ حشر تک

میں ہوں اور میرے یہ رنگیں شام ہو میرے لئے

میں اگر بدنام ہو جاؤں تو کچھ پروا نہیں

کب گوارا زندگی بدنام ہو میرے لئے

مجھکو کیا دُنیا سے مطلب کیا زمانے سے غرض

تم مرا آغاز اور انجام ہو میرے لئے

اب تو اے بہزاد مجھکو غم میں لطف آنے لگا

کیا عجب ہے تم بھی اب خوش کام ہو میرے لئے

نصیب جب اثرِ رنگِ بوستاں نہ ہوا

پپیہا پھر کبھی مصروفِ پی کہاں نہ ہُوا

اُسی کو عشق کی سرشاریاں نصیب ہیں

جہانِ غم میں جو منّت کشِ فغاں نہ ہُوا

زہے وہ حال جو میرے لبوں پہ آ نہ سکا

خوشا وہ قصّۂ غم مجھ سے جو بیاں نہ ہُوا

ہماری حُسن پرستی وفا پرستی ہے

ہمارا دل تھا کہ جو تم سے بدگماں نہ ہُوا

اُسی کی زندگی اُلفت کی زندگی ہے کہ جو

تمام عمر محبت میں شادماں نہ ہوا
اسیریوں پہ بھی احساس رہ گیا باقی
قفس قفس ہی رہا ہائے آشیاں نہ ہوا
عجیب بات ترا سنگ آستاں ظالم
مرے سجود محبت سے بدگماں نہ ہوا
مجھے سکون بھری زندگی نہیں مرغوب
یہی خلش ہے کہ نالہ بھی رائیگاں نہ ہوا
تمہارے لطف و کرم کا تو ذکر ہی کیا ہے
تمہارا ظلم بھی بہزاد کو گراں نہ ہوا

اک مصیبت دن ہے آفت رات ہے
ذات میری مرکزِ آفات ہے
آنکھ تر ہے اس کی یہ اوقات ہے
یہ گھٹا ہے اور یہ برسات ہے
دن کو وحشت ہے تو شب کو اضطراب
یہ مرا دن ہے یہ میری رات ہے

پوچھنا کیا ہے مری اوقات کا
آپ کا بندہ ہوں یہ اوقات ہے
ذات میری ہے دو عالم سے بلند
اور مجھ سے بڑھ کے انکی ذات ہے
اس طرف ہے نور ادھر تاریکیاں
وہ تمہاری یہ ہماری رات ہے
بیوفا میں نے جو تم کو کہہ دیا
اس پہ روتے ہو یہ کوئی بات ہے
ستم تو ہے انکی عادت کے خلاف
اس ترحم میں تو کوئی بات ہے
اس قدر بہزاد گھبراتے ہو کیوں
زندگی کا ایک دن اک رات ہے

بے توقف اشک غم آنکھوں سے برساتا ہے دل
دیکھکر اُن کی نظر بیتاب ہو جاتا ہے دل
ان کی نظریں بیشتر پاتا ہوں میں بیگانہ وار

بیخودی میں جانے کیا کیا اُن سے کہہ جاتا ہے دل
زندگیٔ غم میں بھی مضمر ہے کیا رازِ وفا
ظلم تو وہ کر رہے ہیں اور شرماتا ہے دل
دل کا ہر ہر فعل اُلفت میں علی الاعلان ہے
ہاں کوئی رو کے حریمِ ناز میں جاتا ہے دل
ہر حسیں کے پیکرِ نوری میں تم مضمر ہو کیا
جس حسیں کو دیکھتا ہے اُس پہ آجاتا ہے دل
اس کی رفعت اسکی وقعت اسکی قیمت کچھ نہ پوچھ
ہائے وہ اک خون کا قطرہ جو کہلاتا ہے دل
اب تو باور کیجئے اب تو یقیں فرمائیے
اب تو اپنی آرزوؤں کی قسم کھاتا ہے دل
دل کے ہاتھوں ہائے تم بہزاد ہوتے ہو تباہ
تم پہ تو لاکھوں طریقے سے ستم ڈھاتا ہے دل

میں گاہ ہنس رہا ہوں اور گاہ رو رہا ہوں
یوں رفتہ رفتہ غم سے مانوس ہو رہا ہوں

لو آج میرے غم کو معراج مل رہی ہے
پلکوں میں اشکِ غم کے موتی پرو رہا ہوں
رونے کی ضبطِ غم نے مجھکو نہ دی اجازت
فریاد جوشِ گریہ مجبور ہو رہا ہوں
کیا سوچتی ہو آخر اے دل کی شورشو تم
ہاں ہاں مجھے جگا دو مدت سے سو رہا ہوں
اب نام بھی خوشی کا مجھکو نہیں گوارا
بحرِ الم میں خود میں کشتی ڈبو رہا ہوں
پھر جا رہا ہے انکی نظروں سے کھیلنے کو
ہاں جان سے میں اپنی خود ہاتھ دھو رہا ہوں
مجھکو خوشی سے ورنہ کیا تھا بھلا تعلق
تم شاد کر رہے ہو تو شاد ہو رہا ہوں
بہزاد اس میں اُنکی کوئی خطا نہیں ہے
میں زندگی کو اپنی خود آپ کھو رہا ہوں

آپ کی رنگیں نظر نے کیا کیا — مجھ سے میرے دل نے ہی دھوکا کیا

آپ سے مجھکو کوئی شکوہ نہیں — آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا

جان لے لی اک وفا انداز کی — کیا یہ تو نے حسن لاپروا کیا

مضطرب میری طرح رہنے لگے — تم نے کیا انداز یہ پیدا کیا

ڈر کے پیچھے کو قیامت ہٹ گئی — تم نے جب بھی وعدۂ فردا کیا

ایک عالم نے مری تقلید کی — میں نے جو انداز بھی پیدا کیا

پھر جہانِ حسن میں رنگ آ گیا — پھر جبینِ شوق نے سجدہ کیا

میری جانب چاہیئے لطف و کرم — ہر طرف محشر سا کیوں برپا کیا

آپ کا ہر طرح سے احسان ہے
آپ نے بہزاد کو رسوا کیا

سنو کہہ رہا ہوں میں اپنا فسانہ — جفاؤں کا قصہ وفا کا فسانہ

ہر اک شخص کے لب پہ میری کہانی — ہر اک شخص کے لب پہ میرا فسانہ

محبت کے اک لفظ کو پوچھتا ہوں — مری کیا کہانی مرا کیا فسانہ

ادھر مسکراہٹ ادھر غم کے آنسو — سنے جا کہانی کہے جا فسانہ

پپیہے کہے جا مرا پی کہاں ہے — مجھی کو سنا دے نا۔ میرا فسانہ

نظر انکی برہم نظر آ رہی ہے — مرے دل نے چھیڑا یہ کیسا فسانہ

فراموش دل ہوں نہیں یاد مجھکو — خدا کی قسم اپنا پورا فسانہ

بنا چار حرفوں سے لفظِ محبت — مگر بن گیا اس کا پورا فسانہ

بھلا دردِ الفت کا بہزاد مضطر
کہاں تک کوئی یہ سنے گا فسانہ

جب سے وہ مہ جبیں ہے نگاہوں کے سامنے
جو چیز ہے حسیں ہے نگاہوں کے سامنے

کہنے کو تو یہ دیدۂ تر خشک ہو چکے
بھیگی سی آستیں ہے نگاہوں کے سامنے

میرے مآلِ عشق پہ عالم نثار ہے
اک جانِ آفریں ہے نگاہوں کے سامنے

وہ روئے نازنیں وہ نگاہِ جنوں نواز
کیا منظرِ حسیں ہے نگاہوں کے سامنے

خود مسکرا رہے ہیں وہی میرے روبرو
تصویر یہ نہیں ہے نگاہوں کے سامنے

میرے تصوّرات کا یا یہ کمال ہے
یا کوئی مہ جبیں ہے نگاہوں کے سامنے
اللہ میرے ضبط و تحمّل کی خیر ہو
قسمت سے وہ حسیں ہے نگاہوں کے سامنے
بہزاد ہاں لُٹاؤ نہ اپنا متاعِ دیں
دیکھو عدوئے دیں ہے نگاہوں کے سامنے

کب سے ہے وقفِ دیدۂ حسرت ترے لئے
کب سے تڑپ رہی ہے محبّت ترے لئے
پیدا ہوئی ہے عشق کی دولت ترے لئے
الفت ترے لئے ہے محبّت ترے لئے
غم کو سمجھ رہا ہوں مسرّت ترے لئے
بدلا ہے میں نے رنگِ طبیعت ترے لئے
یہ حسنِ رنگ و بو یہ فضائے بہارِ گل
ہاں وقف ہو چکی ہے یہ جنّت ترے لئے
کیا پوچھنا ہے کیوں مری آنکھیں ہیں سرخ سرخ

رویا بہت ہوں میں شبِ فرقت ترے لئے
دل کی تلاش اس لئے کرتا ہوں رات دن
مجھکو ہے اپنے دل کی ضرورت ترے لئے
ارماں سے آرزو سے تمنّا سے کس طرح
ترتیب دی ہے دل کی حکایت ترے لئے
بہزاد تجھکو شکوۂ دیدار ہے فضول
آخر کہاں سے لائیں وہ فرصت ترے لئے

عشق کی رَو میں بہتا جاتا ہوں — جو وہ کہتے ہیں کہتا جاتا ہوں
دامنِ دوستی نہیں چھٹتا — دوست کے ظلم سہتا جاتا ہوں
ہاں کسی جا مجھے رُکاؤ نہیں — موج کے ساتھ بہتا جاتا ہوں
وہ جو تیری نظر نے بخشا ہے — اسی عالم میں رہتا جاتا ہوں
میرا شکوہ نہیں مرا شکوہ — دل سکھاتا ہے کہتا جاتا ہوں
پوچھنا کیا مری روانی کا — غم کی موجیں ہیں بہتا جاتا ہوں
چھایا جاتا ہے مجھ پہ رنج و الم — چاند کی طرح گہتا جاتا ہوں
بارک اللہ ہے زباں پہ مری — ہر مصیبت کو سہتا جاتا ہوں

مجھکو دھاروں سے بحرِ غم کی غرض
دوسری سمت بہتا جاتا ہوں

اس طرح کاٹتا ہوں دن بہزاد
غم میں اشعار کہتا جاتا ہوں

وہ نظر غمگسار تھی نہ رہی
ہاں چمن میں بہار تھی نہ رہی

ناوکِ نازِ یار کیا کہنا
زندگی بیقرار تھی نہ رہی

بیقراری کو آہ کیا کہیئے
بڑی ناکردہ کار تھی نہ رہی

حسرت انتظار نے مارا
حسرت انتظار تھی نہ رہی

کیوں نہ ٹپکیں مسلسل اشکِ الم
طاقت انتظار تھی نہ رہی

اب نہ نالے ہیں اور نہ آہیں ہیں
جو ہماری بہار تھی نہ رہی

ہائے جب سے ہوا ہوں میں خاموش
ہر طرف جو پکار تھی نہ رہی

انکے آتے ہی مستیاں چھائیں
بزمِ دل ہوشیار تھی نہ رہی

دل کی بہزادِ مبتلا وہ بات
تا دمِ اختیار تھی نہ رہی

دل مفت میں بدنام ہے معلوم نہیں کیوں
آغاز ہی انجام ہے معلوم نہیں کیوں

آنکھوں میں بھرے اشک ہیں چہرے پہ اُداسی
یہ رنگ سرِ شام ہے معلوم نہیں کیوں

اک آہ بھی ہر لحظہ ہے منزل میں طلب کی
اک سجدہ بھی ہر گام ہے معلوم نہیں کیوں

گو بنتا چلا جاتا ہے دل خون کا قطرہ
آرام ہی آرام ہے معلوم نہیں کیوں

ہر شام بدل جاتی ہے شب اور سحر سے
اندیشۂ ہر شام ہے معلوم نہیں کیوں

گو مدتیں گذری ہیں تجھے دل سے بھلائے
پھر لب پہ ترا نام ہے معلوم نہیں کیوں

مجھکو تو گوارا نہیں تسکینِ محبت
ہر صبح پس شام ہے معلوم نہیں کیوں

ہر رنگ میں پاتا ہوں میں ذراتِ جہاں کو
ہر رنگ ترا عام ہے معلوم نہیں کیوں

بہزاد بتاؤ تو بھلا ضبط ہو کیوں کر

توبہ کے قریں جام ہے معلوم نہیں کیوں
پھر درد اُٹھا اشک بہانے کے دن آئے

کچھ بات بنی بات بنانے کے دن آئے

بیتاب ہیں بیچین ہیں مدّت سے یہ آنکھیں
ان سے کہو پھر حشر اُٹھانے کے دن آئے

چلنے لگی تھم تھم کے ذرا بادِ بہاری
پھر حسرتِ خفتہ کے جگانے کے دن آئے

بیدرد کو سوجھی ہے ذرا حشر خرامی
ہر گام پہ پھر سر کو جھکانے کے دن آئے

ہم بیخودِ اُلفت ہیں ہمیں اس کی خبر کیا
کھونے کے دن آئے ہیں کہ پانیکے دن آئے

وہ پوچھ رہے ہیں دلِ بیتاب کی حالت
مجبور کو مجبور بنانے کے دن آئے

بیتاب ہیں آنکھوں میں مری اشک محبّت
لو آتشِ سوزاں کو بجھانے کے دن آئے

کہدے کوئی توبہ سے کہ اللہ نگہباں
آئی ہے گھٹا شور مچانے کے دن آئے

خاموش سے بیٹھے ہیں وہ آنکھوں میں ہیں آنسو
بہزاد انہیں شعر سنانے کے دن آئے

یونتو فرقت میں ہم نے کیا نہ کیا
صرف اظہارِ مدعا نہ کیا

دل کو ویران کر دیا ہم نے
دل سے تم کو فقط جُدا نہ کیا

ایک مدّت ہوئی کہ اے ظالم
تُو نے جورِ کرم نُما نہ کیا

راز بنکر جو وہ ہوئے روپوش
ہم نے بھی عشق برملا نہ کیا

موج خود ناخدا بنی میری
پار تو نے تو ناخُدا نہ کیا

دل کی ناکام ہمّتوں کی قسم
ہم نے کوئی بھی حوصلہ نہ کیا

کل زمانے پہ کی عطا لیکن
آپ نے کچھ مجھے عطا نہ کیا

لطف کیا درد کا پھر آئے گا
اُن کو گر ظلم آشنا نہ کیا

تم ہی انصاف سے کہو بہزاد
ہم نے کب شکوۂ زمانہ کیا

یک بیک میرے دل کو یہ کیا ہو گیا
بے سُنے واقفِ مدّعا ہو گیا

میہمانی میں کیا کچھ کمی رہ گئی
تیر کیوں دل سے مل کر جُدا ہو گیا

کیفیت ہی یہ ہے انحصارِ جبیں
بے خودی کا نتیجہ خُدا ہو گیا

ہم کو منزل کے ملنے میں عرصہ لگا
ہر قدم کوئی جلوہ نما ہو گیا

جب حدوں میں یہ طوفاں ہا قہر تھا
جب حدوں سے بڑھا ناخدا ہو گیا

پھر کسی آنکھ میں اشک سے آ گئے
پھر کوئی زیست کا آسرا ہو گیا

بےخودی میں کیا سجدہ اُنکی طرف
شُکر ہے فرضِ دل بھی ادا ہو گیا

راہِ اُلفت میں ہاتھ آئیں آسانیاں

مجھکو جو بھی ملا رہنما ہو گیا

تم کو اپنی خبر ہے نہ دل کی خبر
تم کو بہزاد مضطر یہ کیا ہو گیا

اس عشق میں بھولا ہشیاری — کرتا ہوں میں آہ وزاری
کیا یہ وہ سامنے بیٹھے ہیں — بے ہوشی ہے یا بیداری
غافل ہوں دو عالم سے میں — اللہ ری میری سرشاری
قسمت سے مٹی دل کی دُنیا — قسمت سے ملی ہے ناداری
انکی خاطر رہتا ہوں تپاں — جینے سے ہوئی ہے بیزاری
نظروں سے جو نظریں چار ہوئیں — اک تیر لگا آکر کاری
ساقی کے قدم ہیں اور میں ہوں — پُر لطف ہے میری سرشاری
نظروں سے پیتا رہتا ہوں — اچھی ہے میری مےخواری

بہزاد نہیں ہے یہ دھڑکن
ہے عشق کی تم کو بیماری

دل شکستہ اشک بار کیوں رہوں
دل کی خاطر بیقرار کیوں رہوں

عشق کے دامن میں کیا کچھ نہیں
تیرا بندہ حسنِ یار کیوں رہوں

میرے دم سے ہے سحر اور شام
قائلِ لیل و نہار کیوں رہوں

میرے گھر میں آئی ہے کب خزاں
فصلِ گل دیوانہ وار کیوں رہوں

ہوش میں ہے خود کہاں چشمِ مست
ہوش بتا ہوشیار کیوں رہوں

اب کہاں ہے انتظار انتظار
اب قتیلِ انتظار کیوں رہوں

کیوں کر دل ہر دم نہ میں آہ آہ
اس نظر سے شرمسار کیوں رہوں

اپنی بخشش سے بتا نا اُمید
رحمت پروردگار کیوں رہوں

ہیں خزاں میں بھی تو رنگینیاں

عاشقِ رنگِ بہار کیوں رہوں

ہاں آگیا اب حُسن کی آنکھوں میں سمانا
ہاں آگیا اب نازِ محبت کا زمانا

کب ختم ہوا ہے مرا پُر درد فسانا
اے بیخودیِ غم نہ ابھی ہوش میں آنا

کہتا رہا میں حُسن و محبّت کا فسانا
سُنتا رہا بیٹھا ہُوا خاموش زمانا

وہ چشمِ حسیں آج ہے کچھ روئی ہوئی سی
راس آیا نہ بیدرد کو کیا میرا استانا

ہر چند گوارا نہ تھا خودداری دل کو
کہنا پڑا مجبور شبِ غم کا فسانا

قربان ترے حال کے بیمارِ شبِ غم
یہ سامنے ہے کون ذرا ہوش میں آنا

شاہد مری سرخ آنکھیں ہیں شاہد مرا انداز
ہر اشک محبّت ہے محبت کا فسانا

کیا جانے ادا کونسی سمجھے ہیں وہ اسکو
آجانا یونہیں اور بُلائے سے نہ آیا
بھزاد کا دُنیائے محبت میں وہ مِٹنا
ہنس ہنس کے ہر اک طور سے وہ انکا مٹانا

تلاشِ آرزو کرنے چلا ہوں
کسی کی جستجو کرنے چلا ہوں
چلا ہوں بہنے میں جلووں کی رو میں
کہ سیرِ رنگ و بو کرنے چلا ہوں
مرا دل خود محبت کا خدا ہے
میں کس کی جستجو کرنے چلا ہوں
تجھے، زخمِ جگر تارِ نظر سے
مبارک ہو رفو کرنے چلا ہوں
کوئی کہدے مرے ساقی سے جاکر
کہ پھر میں ہاؤ ہو کرنے چلا ہوں
خود اپنے سے ہوں میں کھویا ہُوا سا

خود اپنی جستجو کرنے چلا ہوں
الٰہی خیر میرے دل جگر کی
کہ شکوہ روبرو کرنے چلا ہوں
یہ وہ ہیں یا کہ ہے اُن کا تصوّر
میں کس سے گفتگو کرنے چلا ہوں
کبھی نغمے تھے اے بھزاد مضطر
اب آہیں چارہ سو کرنے چلا ہوں

کیا پوچھتے ہو کیوں مری دُنیا اُداس ہے
تم ہی ہو پاس اور نہ مرا دل ہی پاس ہے
طاری ہے مجھ پہ رنج و الم دل پہ یاس ہے
خود میں اُداس ہوں مرا دل بھی اُداس ہے
ناکامیوں کے خوف نے دیوانہ کر دیا
منزل کے سامنے بھی پہونچکر ہراس ہے
چتون پہ وہ حسین سے بل وہ نگاہِ قہر
اے زندگیِ غم کسے جینے کی آس ہے

تجھکو ہی کیا نئی ہوئیں ناکامیاں نصیب
اے قلب زار عشق کسی کو بھی راس ہے

نالے نہیں فغاں نہیں شیون نہیں ہے یہ
آہیں نہیں ہیں یہ مرے دل کی بھڑاس ہے

بیگانہ ہو گیا ہوں میں ہر کیف عشق سے
اب خود کا پاس ہے نہ محبت کا پاس ہے

تنہائی کی یہ رات قیامت سے کم نہیں
کوئی نہ سامنے نہ کوئی آس پاس ہے

کیوں ہو نہ درد عشق میں ڈوبا ہوا کلام
بہزاد مبتلا مری دنیا اداس ہے

وحشی ہوا بہار گلستاں سے بے نیاز
دامن سے بے نیاز گریباں سے بے نیاز

نظریں ہیں رنگ و بوئے گلستاں سے بے نیاز
دل ہو چکا ہے بزم حسیناں سے بے نیاز

اللہ رے عشق ہوں غمِ جاناں سے بے نیاز

حسرت سے بے نیاز ہوں ارماں سے بے نیاز
نورانیوں کی چاہ نہ تاریکیوں کا خوف

میں حسن و عاشقی کے ہوں ساماں سے بے نیاز
حد طلب نہ پوچھ میں خواہاں ہوں اس قدر

ہوں جس قدر فراخیِ داماں سے بے نیاز
کون و مکاں سے لاکھ رہیں بے نیازیاں

لیکن نہ ہو سکا ترے احساں سے بے نیاز
ناوک کی نذر کر چکا کل دل کی کائنات

لو ہو چکا میں خاطر مہماں سے بے نیاز
تنہا سا پا رہا ہوں خیالاتِ عشق کو

ہو کر تصوراتِ پریشاں سے بے نیاز
دامن ہی پاس ہو نہ گریباں ہی پاس ہو

بہزاد میں ہوں دیدۂ گریاں سے بے نیاز

کہو آزماؤ گے آخر کہاں تک
ستم ہم پہ ڈھاؤ گے آخر کہاں تک

نہ جلوہ دکھاؤ گے آخر کہاں تک

ہمیں یوں ستاؤ گے آخر کہاں تک

تمہیں بھولنا چاہتا ہوں بتاؤ

کہ تم یاد آؤ گے آخر کہاں تک

نظر سے یوں ہی گد گداتا رہوں گا

نہ تم مسکراؤ گے آخر کہاں تک

محبت کو تم نے کہیں کا نہ رکھا

محبّت پہ چھاؤ گے آخر کہاں تک

بہار وفا پر رہ اشکوں کی شبنم

یہ تم گل کھلاؤ گے آخر کہاں تک

شب غم کے تاروں کو جلوہ دکھا کر

نہ تم جگمگاؤ گے آخر کہاں تک

ہمیشہ رہے گی جوانی تمہاری

مرا دل دکھاؤ گے آخر کہاں تک

غموں کی یہ دلچسپیاں کیوں ہیں بہزاد

بھلا غم اُٹھاؤ گے آخر کہاں تک

وہ رہتے ہیں پیشِ نظر اللہ اللہ — دعاؤں میں اتنا اثر اللہ اللہ

محبّت ہے زیر و زبر اللہ اللہ — یہ سر اور وہ سنگ در اللہ اللہ

ابھی سے یہ کی کس نے جلوہ نمائی — ابھی سے نمودِ سحر اللہ اللہ

یہ دل مجھکو منزل پہ پہونچا رہا ہے — یہ رہزن بنا راہبر اللہ اللہ

ہے اک داغ دل ایک اشک ندامت — متاعِ غم مختصر اللہ اللہ

مقدر تو دیکھو کہ وہ آرہے ہیں — دُعائیں ہوئیں کارگر اللہ اللہ

تجھے کیا خبر ہے مرے درد و غم کی — کہے جا دلِ بیخبر اللہ اللہ

مبارک کہ کٹتے ہی شامِ مصیبت — چلی ہے نسیمِ سحر اللہ اللہ

یہ پرسش یہ بیتابیاں یہ تبسّم

نوازش یہ بہزاد پر اللہ اللہ

وہ عہد محبت کا رنگیں فسانا — نہ میں بھول جاؤں نہ تم بھول جانا

نہ ہر گام پر اپنے جلوے لُٹانا — نہ ہر ہر قدم مجھ سے سجدے کرانا

یہ غم کی کہانی یہ غم کا فسانا — بھلا کس طرح سُن سکے گا زمانا

وہ نظروں ہی نظروں میں پیمانِ الفت — وہ نظروں ہی نظروں میں سب کچھ سنانا

وہ جس پر مرا دین و ایماں تصدق
وہ انداز وہ غمزۂ کافرانہ

قیامت ہر اک سمت ہو کیوں نہ برپا
یہ رفتار محشر نما والہانہ

تجھے بھی مبارک مجھے بھی مبارک
مرے واسطے تیرا آنسو بہانا

ترے حسن کا نور ہے کل جہاں میں
محبّت سے معمور ہے کُل زمانہ

دکھاوٹ میں تو ہرج کوئی نہیں ہے
نہ بہزاد مضطر کو دل سے بھُلانا

اب ان کی طرف سے پیام آرہا ہے
مرا جذبۂ شوق کام آرہا ہے

میں پھر مست و بیخود ہوا جارہا ہوں
نظر آرہی ہے کہ جام آرہا ہے

قیامت سی اُٹھتی نظر آرہی ہے
کوئی آج محشر خرام آرہا ہے

میں کرتا چلوں سجدے ہر ہر قدم پر
کہ نقشِ قدم گام گام آرہا ہے

ادھوری رہی جارہی ہے کہانی

یہ کیوں نالۂ ناتمام آرہا ہے

محبت بھی تعظیم کو اُٹھ رہی ہے
مرے لب پہ اُن کا جو نام آرہا ہے

نہ ہو کیوں مجھے ہائے غم کی ضرورت
کہ اب تو مرے غم ہی کام آرہا ہے

نگاہوں سے تم نے سب ہی کو پلائی
مگر پھر بھی دل تشنہ کام آرہا ہے

ابھی سے مرا دل ہے سینے میں لرزاں
کہ بہزاد پھر وقت شام آرہا ہے

بہاؤ یہ آنسو بہانا مبارک
تمہیں میری دُنیا میں آنا مبارک

تمہارا ستانے کو جی چاہتا ہے
ستاؤ ستاؤ ستانا مبارک

مبارک ہمیں یہ غمِ بیقراری
تمہیں ہر قدم مُسکرانا مبارک

پسند آگیا ہے ہمیں یہ قفس ہی
رہے برق کو آشیانا مُبارک

مقدر ہے اس کا زمانے میں جس کو
نہ کھونا مبارک نہ پانا مبارک

قسم کھا رہے ہو مرے دل جگر کی
یہ جھوٹی قسم تم کو کھانا مبارک

بنا لو بنا لو قفس کو نشیمن — اسیرو تمہیں آشیانا مبارک

ستم ڈھائے جاؤ ستم ڈھائے جاؤ — غریبوں کی ہستی مٹانا مبارک

وہ بہزاد اب نام رٹتے ہیں تیرا

انہیں بھول کر یاد آنا مبارک

پہلے مرنا ہی صرف تھا مشکل — اب ہے جینا بھی اف مرا مشکل

پہلے مشکل بھی تھی ہر اک سہل — اب جو آساں تھا ہو گیا مشکل

غم اٹھانے کی مجھکو عادت ہے — ضبط کرنا ہی مجھکو کیا مشکل

اف ری جلوونکی تیرے تابانی — دیکھنا تک مجھے ہوا مشکل

بڑھکے ساحل نے مجھکو تھام لیا — پار ہونا تھا ناخدا مشکل

ہاں مرے واسطے ہی کیا آساں — آپکے واسطے ہے کیا مشکل

سامنے انکے ہائے لب کھلے — تھا جو اظہار مدعا مشکل

دل بہلتا ہی مشکلوں سے مرا — ہاں کوئی اور۔ اے خدا مشکل

آرزو ان کی تم کو اے بہزاد

یہ امید اور یہ آسرا مشکل

ہم نے انکا شباب دیکھ لیا — یا قیامت کا خواب دیکھ لیا

میرا حالِ خراب دیکھ لیا — عشق کا اضطراب دیکھ لیا

ان کی چشمِ پر آب کیا دیکھی — گویا جامِ شراب دیکھ لیا

روتے روتے کبھی جو آنکھ لگی — اک بھیانک سا خواب دیکھ لیا

خوش ہے کیوں دل بحضورِ حسن میں کیا — عشق کو بار یاب دیکھ لیا

ان کو چھانٹا ہے داد دے مجھکو — نگہ انتخاب دیکھ لیا

اک زمانے کو کر دیا برہم — زلف کا پیچ و تاب دیکھ لیا

عاشقی میں ہے چاندنی بہزاد

حسن کا ماہتاب دیکھ لیا

عاشقی کے جواب نے لوٹا — مجھکو بڑھکر شباب نے لوٹا

اپنی چشمِ پر آب کے صدقے — ان کو چشمِ پر آب نے لوٹا

میری توبہ کو جب بھی ابر اٹھا — ایک جامِ شراب نے لوٹا

وہ سکونِ حیات کیف و قرار — عشق ناکامیاب نے لوٹا

تجھکو ہاں اے مری نگاہِ شوق — حسن کے انتخاب نے لوٹا

عشق و الفت کی زندگی کو مری — میرے حالِ خراب نے لوٹا

ہائے لٹنا بھی ناتمام رہا — اک مکمل شباب نے لوٹا

انکی زلفیں بکھر گئیں رخ پر — اس پریشاں سی خواب نے لوٹا

تجھکو بہزاد کچھ خبر بھی ہے

خود ترے اضطراب نے لوٹا

اے دردِ جگر اے غم و آلامِ محبّت

آفت ہیں قیامت ہیں یہ ایامِ محبت

آنے لگا کیا دل میں جوانی کا تصوّر

پیدا ہوئے پھر کیوں سحر و شامِ محبت

انجام کا آغاز ہو اب دیکھئے کیسا

آغاز میں پیدا ہوا انجامِ محبّت

جب لب پہ تبسّم تھا تو اب آنکھ ہی پرنم

وہ صبحِ محبت تھی یہ ہے شامِ محبّت

میں شوق میں کہتا رہا الفت کا فسانہ

وہ ذوق سے سنتے رہے پیغامِ محبّت

نظروں نے بھی لوٹی تھی مری صبر کی دنیا

نظروں نے دیا ہی مجھے پیغامِ محبّت

میں آخری اس آہ پہ سو جان سے صدقے

وہ آہ کہ جس پر ہوا اتمامِ محبّت

آغازِ محبت میں تو یہ حال ہے بہزاد

کیا دیکھ سکو گے بھلا انجامِ محبّت

نظر میں سمانے کو جی چاہتا ہے

محبّت پہ چھانے کو جی چاہتا ہے

ترے پاس آنے کو جی چاہتا ہے

مقدّر بنانے کو جی چاہتا ہے

پھر اُن کے بلانے کو جی چاہتا ہے

قیامت اُٹھانے کو جی چاہتا ہے

بہت رو چکے ہم بہت رو چکے ہم

اب اُنکے رلانے کو جی چاہتا ہے

تجلّی جہاں پر نظر آئے رقصاں

وہاں سر جھکانے کو جی چاہتا ہے

کہو تو سناؤں فسانہ الم کا
تمہیں آزمانے کو جی چاہتا ہے

اُڑا دوں اُڑا دوں محبت کے پُرزے
مرا ظلم ڈھانے کو جی چاہتا ہے

نگاہِ ستم ہاں ستم کر ستم کر
مرا مُسکرانے کو جی چاہتا ہے

نگاہِ حسیں ہاں ذرا ناز فرما
ترے ناز اُٹھانے کو جی چاہتا ہے

مرا ساتھ دے اے مری ناتوانی
ابھی ڈگمگانے کو جی چاہتا ہے

جہاں سے کہ بہزاد کچھ بھی نہ پایا
اسی در پہ جانے کو جی چاہتا ہے

محبت کو میں آزما کر رہونگا — انہیں جذبۂ دل؟ بلا کر رہونگا
محبت کی دُنیا میں آ کر رہونگا — فضائے دوعالم پہ چھا کر رہونگا
میں قدموں پہ سر کو جھکا کر رہونگا — تمہیں آج اپنا بنا کر رہونگا

میں سجدے کرونگا ہر اک نقشِ پا پر — کمالِ محبت دکھا کر رہونگا
اگر یونہی فریاد ہوتی رہے گی — میں نظروں میں اُنکی سما کر رہونگا
تصوّر کا عکسِ حسیں ڈالتا ہوں — میں ذرّوں کو تارے بنا کر رہونگا
یہ تارے عبث جگمگاتے ہیں شب بھر — میں اپنا فسانہ سُنا کر رہونگا
ستم ڈھا رہے ہو تم ڈھائے جاؤ — میں اُلفت کو کامل بنا کر رہونگا

مسرّت ہو یا غم میں بہزادِ مضطر
ہر اک حال میں مُسکرا کر رہونگا

میں ہی کیا ہوں سوگوارِ آرزو — کس نے دیکھی ہے بہارِ آرزو
دیدہ و دانستہ کھایا ہے فریب — ہم نے کر کے اعتبارِ آرزو
حال کیا ہے اب ترا اے غم نصیب — اے مرے دل اے شکارِ آرزو
مجھکو کیا معلوم کیا کیا کہہ گیا — بیخودی میں ہوشیارِ آرزو
ہاں کرم کر آرزوؤں پر کرم — اے مرے پروردگارِ آرزو
دل کی دُنیا مست ہو کر رہ گئی — اس قدر چھایا خُمارِ آرزو
میرے پہلو نے اُٹھایا دل کا بار — اور اُٹھایا دل نے بارِ آرزو
اک نظر پر زندگی ہے منحصر — اک نظر پر انحصارِ آرزو

ہوش کچھ بھی ہے جو بہزاد حزیں
اب نہ کرنا اعتبارِ آرزو

وہ نظریں بڑھیں لیکے جامِ محبّت
وہ آیا وہ آیا پیامِ محبّت
یہ نیچی نگاہیں یہ ہلکا تبسّم
یہی ہے یہی ہے سلامِ محبّت
محبّت نے گو لاکھ دریا بہائے
دو عالم رہے تشنہ کامِ محبّت
یہ کہدو کہ کھل جائے بابِ اجابت
دعا کر رہا ہوں بنامِ محبّت
محبّت کو بھی آج حال آ رہا ہے
یہ کس نے کیا اہتمامِ محبّت
یہ روئے منوّر یہ گیسوئے مشکیں
یہ صبحِ محبت وہ شامِ محبّت
یوہنی میری آنکھوں سے آنسو بہیں گے

رہے گا یوہنی انتظامِ محبّت
گرا لو گرا لو نقاب اپنے رُخ پر
بدل دو بدل دو نظامِ محبّت
ہے دیں میرا بہزاد اُنکی پرستش
ہے ایماں مرا احترامِ محبّت

میں بے کیف سی زندگی کو کروں کیا
الم جب نہیں تو خوشی کو کروں کیا
نہیں پاس جب تو ہی جانِ محبّت
محبّت کی اس بے خودی کو کروں کیا
طبیعت نہ مانوس ہو جس سے بالکل
تو اُس پھیکی پھیکی ہنسی کو کروں کیا
نہ ہو جس میں کچھ سوز و سازِ محبّت
میں اس راحتِ عاشقی کو کروں کیا
تمہیں جب نہ جس بندگی کا صلہ ہو
تو پھر کر کے اس بندگی کو کروں کیا

بتاؤں تمہیں اے مری آرزو
تمناؤں کی بے بسی کو کروں کیا

الٰہی غمِ مستقل چاہتا ہوں
میں لیکر غمِ عارضی کو کروں کیا

مری تو خوشی ہے انہیں کی خوشی پر
میں بہزادؔ اپنی خوشی کو کروں کیا

فضائے محبت پہ چھاتا چلوں گا
نگاہوں میں اُن کی سماتا چلونگا

ہر اک گام پر غم اُٹھاتا چلوں گا
غموں میں بھی میں مُسکراتا چلونگا

جو نقشِ قدم تیرا پاتا چلوں گا
تو سجدوں کی دُنیا بساتا چلونگا

جھڑی آنسوؤں کی لگاتا چلونگا
محبّت کے شعلے بُجھاتا چلونگا

رہا ساتھ میرا اگر گلستاں میں
محبت کے میں گل کھلاتا چلونگا

ہر اک چیز کو تم ہنساتے چلو گے
ہر اک چیز کو میں رُلاتا چلونگا

ترے نام پر آج راہ طلب میں
محبّت کی دولت لٹاتا چلونگا

مجھے کام لینا ہے کچھ لغزشوں سے
ہے کچھ مصلحت۔ ڈگمگاتا چلونگا

جو بہزادؔ ہوں میں تو اس لوحِ دل پر
نقوشِ محبت بناتا چلوں گا

ہے عیشِ فراموش الم بھول گیا ہوں
تم کو بھی محبت کی قسم بھول گیا ہوں

مجھ کو تو مسرّت سے مسرّت نہیں ہوتی
دنیا یہ سمجھتی ہے کہ غم بھول گیا ہوں

ہاں پھر وہی اندازِ ستم جانِ محبّت
واللہ وہ اندازِ ستم بھول گیا ہوں

ہیں لاکھ غم و درد پر آنسو نہیں گرتے
رونا بھی تو میں دیدۂ نم بھول گیا ہوں

پھر آپ بتا دیجئے سجدوں کا طریقہ
سر ہوتا ہے کس طرح سے غم بھول گیا ہوں

کچھ تو ہی مدد کر مری اس دشت روی میں
منزل ہی کدھر نقشِ قدم بھول گیا ہوں

کچھ اور عطا کر کے مجھے یاد دلا دے
اے جانِ کرم تیرا کرم بھول گیا ہوں

طے کرنے کو میں کر تو گیا جادۂ الفت
ہاں سجدہ بہ ہر نقشِ قدم بھول گیا ہوں

بہزاد غمِ عشق میں ہوں اور کا کیا ذکر
خود کو بھی میں خود اپنی قسم بھول گیا ہوں

تیرے حسن و شباب کے صدقے	نگہِ انتخاب کے صدقے
اس رخِ بے نقاب کے صدقے	اپنے حالِ خراب کے صدقے
ایک پل بھی مجھے قرار نہیں	عشق کے اضطراب کے صدقے

دل کی ہر کائنات کو لوٹا	نگہِ کامیاب کے صدقے
جو ہوں مابینِ حسن و الفت کے	ان سوال و جواب کے صدقے
ہے محبت اگر گناہِ عظیم	اس گنہ کے عذاب کے صدقے
ہو گئی حالِ عشق پر گریاں	تیری چشمِ پُر آب کے صدقے
اپنے رنگیں سوال کے قرباں	انکے دلکش جواب کے صدقے

ہے جو انکے لئے یہ اے بہزاد
تو ترے اضطراب کے صدقے

وہ عہد جوانی، وہ کیف بھری راتیں
وہ حسن و محبت کی ہر سمت حسیں گھاتیں

وہ رات کا سناٹا، وہ رات کی تنہائی
وہ ڈرتے ہوئے ملنا سہمی سی ملاقاتیں

وہ میرے لئے گریاں ہیں انکے لئے گریاں
تھیں دونوں طرف ہر دم برساتیں ہی برساتیں

کیا یاد نہیں مجھکو کیا یاد نہیں تمکو
تحفے وہ محبت کے وہ حسن کی سوغاتیں

اللہ اسے سمجھے کیا کھیل ہے الفت کا
لطف آتا گیا جتنی میں کھاتا گیا ماتیں

گھبرا سے گئے تم کیوں کیا دیکھ لئے تم نے
اعجاز حمیّت کے اُلفت کی کراماتیں

جب نغمے ہی نغمے تھے اب نالہ ہی نالہ ہیں
وہ دن تھے محبت کے یہ عشق کی ہیں راتیں

بہتر ہے نہ سمجھوں میں بہتر ہے نہ سمجھو تم
یہ بے خودیٔ غم کی اللہ خرافاتیں

بہزاد جوانی کا کیا خوب زمانہ تھا
وہ دن بھی عجب دن تھے وہ راتیں عجب راتیں

گذری ہے عمر تجھکو وعدے ہزار کرتے
وعدوں کا تیرے ظالم کیا اعتبار کرتے

کیوں چشمِ نم کو اپنی ہم اشکبار کرتے
صرف آپ کے لئے کیوں دل بیقرار کرتے

فصلِ بہار کا ہم ہاں انتظار کرتے

دیوانہ وار کرتے مستانہ وار کرتے

اے پی کہاں کے مالک مدّت گذر گئی ہے
امید رنگ و بو میں سیرِ بہار کرتے

تابانیوں سے تیری آنکھیں جھپک رہی ہیں
کیوں کر ترا نظارہ اے چشمِ یار کرتے

ہوتے جو بار خاطر تو کیوں یہ آہ و نالے
ہم صبح و شام کرتے لیل و نہار کرتے

یوں مستیوں میں ملتی معراج ہوشیاری
ہم ہوشیار ہوتے وہ ہوشیار کرتے

دل مٹ گیا مٹے ہم، ہم مٹ گئے مٹا دل
ہم کیا خوشی جہاں میں پروردگار کرتے

فصلِ خزاں میں آخر بہزاد عشق پرور
رنگِ بہار کیونکر ہم اختیار کرتے

مدتیں گذریں آرزو کرتے — عمر گذری ہے جستجو کرتے
دل میں ہیں داغ آرزو لاکھوں — کیا تمنائے رنگ و بو کرتے

اک تمنّا یہ رہ گئی دل میں — دور ہم فرقِ ماؤ تو کرتے

کہدیا سارا ماجرا دل کا — اور کیا ان سے گفتگو کرتے

کاش مل جاتا اُن کا تارِ نظر — چاک دامن کو ہم رفو کرتے

اب پریشاں نہ کر ہمیں اے دل — رات کاٹی ہے ہاؤ ہو کرتے

اپنی ہستی تباہ کر ڈالی — اور کس طرح جستجو کرتے

انکو وقعت جو درد کی ہوتی — آنسوؤں کی بھی آبرو کرتے

کیوں بھلا بیٹھے انکو اے بہزاد
اور کچھ دن تو آرزو کرتے

آخر فضائے زیست پہ چھایا ہوا ہے کون
عشقِ کرشمہ کار ہمارا خدا ہے کون

پیغامِ زیست پھر یہ مجھے دے رہا ہے کون
میری نظر کے سامنے جلوہ نما ہے کون

میری طرف تو دیکھئے افسانۂ جنوں
سُن تو رہے ہیں آپ مگر کہہ رہا ہے کون

کس کو پکارتا ہوں مصیبت کے وقت میں

تیرے سوا جہاں میں مرا آسرا ہے کون

یہ پوچھتی ہے تم سے نگاہِ اُمیدوار
جانِ سوال کون ہے جانِ عطا ہے کون

کیوں مُسکرا رہی ہے محبت کی کائنات
دُنیائے عاشقی میں سراہا گیا ہے کون

تم ہی نقوشِ پا مری کچھ رہبری کرو
اس راہ میں تمہارے سوا رہنما ہے کون

اب جانِ آرزو و تمنا ہے کون ذات
اب جانِ زیست دل کا مرے مدعا ہے کون

میرا ہی سا فسانہ ہے میری ہی سی صدا
بہزاد یہ فسانۂ غم کہہ رہا ہے کون

محو حسنِ بہار ہو نہ سکا — ضبط پروردگار ہو نہ سکا

لاکھ چاہا قرار ہو نہ سکا — صبر ہی اختیار ہو نہ سکا

رہ گئی دل کو میرے یہ حسرت — ہر خلش پر نثار ہو نہ سکا

واہ کیا کہنا مدعا کا مرے — حسرتوں میں شمار ہو نہ سکا

تم پہ تو اختیار کیا ہوتا
خود پہ جب اختیار ہو نہ سکا

میں نے چاہا بھی تو زباں سے مری
شکوۂ ظلمِ یار ہو نہ سکا

کون کہتا ہے حسن و عشقِ جہاں
حسنِ لیل و نہار ہو نہ سکا

اکھڑیاں تھیں کہ میکدے قصاں
کوئی بھی ہوشیار ہو نہ سکا

میرے غم کا شریک اے بہزاد
کوئی بھی غمگسار ہو نہ سکا

رونما وہ کہیں نہ ہو جائے
ساری دنیا حسیں نہ ہو جائے

درد، دل میں مکیں نہ ہو جائے
زیست مشکل کہیں نہ ہو جائے

اپنے اشکِ الم سے ڈرتا ہوں
تر کہیں آستیں نہ ہو جائے

اس پہ مرتا ہوں میں کہیں وہ بھی
مبتلائے یقیں نہ ہو جائے

میرے سجدو! فلک کے ہم پایہ
یہ گرہ بھر زمیں نہ ہو جائے

دل مرا ہے حریم ناز اُن کی
غم کوئی دل نشیں نہ ہو جائے

انکے سجدے ہیں آرزو دل کی
اب یہی کفر دیں نہ ہو جائے

ہے جو بہزاد کچھ بھی خودداری
وقفِ سجدہ زمیں نہ ہو جائے

مرا مدعا ہیں محبّت کی راہیں
مرا آسرا ہیں محبّت کی راہیں

پہونچ جانا منزل پہ مشکل نہیں ہے
کہ خود رہنما ہیں محبت کی راہیں

مری مشکلیں مشکلیں کب رہیں گی
کہ مشکل کشا ہیں محبّت کی راہیں

محبّت کی راہوں کے قربان جاؤں
محبّت نما ہیں محبّت کی راہیں

بہت ہی کڑی ہے محبّت کی منزل
قیامت نما ہیں محبّت کی راہیں

زمانہ سے مطلب جہاں سے تعلق
جہاں سے جُدا ہیں محبت کی راہیں

چمکتے ہیں ہر سو محبّت کے ذرّے
عجب پُر ضیا ہیں محبّت کی راہیں

نہیں چھوڑتیں ساتھ یہ راہرو کا

بہت باوفا ہیں محبّت کی راہیں

چلو ہم بھی خود چل کے بہزاد دیکھیں
کہ کیوں گمرہیں کیا ہیں محبّت کی راہیں

نظمیں

اکثر راتوں کے سناٹے میں
یاد مجھے کچھ آتا ہے

وہ عہدِ جوانی کی راتیں
وہ نکھرے دن وہ برساتیں
وہ عشق و محبت کی گھاتیں

وہ کیف بھرے دلکش لمحے
وہ حسن کے مبہم نظارے
وہ چاند کا عالم وہ تارے

اکثر راتوں کے سنّاٹے میں یاد مجھے کچھ آتا ہے

وہ گومتی کا دلکش منظر
وہ خیرہ کنندہ نورِ سحر
وہ تابشِ روئے شعبدہ گر

وہ خود ہی خود گھبرا جانا
وہ خود ہی خود شرما جانا
اک بے کس کو تڑپا جانا

اکثر راتوں کے سنّاٹے میں یاد مجھے کچھ آتا ہے

اب زیست میں ہے وہ بات کہاں
وہ دن ہیں کہاں وہ رات کہاں
برسات تو ہے برسات کہاں

اک یاد ہی بس سرمایۂ دل
ہے راز میں اب ہر آیۂ دل
اب ذرّے ہیں ہم پایۂ دل

اکثر راتوں کے سنّاٹے میں یاد مجھے کچھ آتا ہے
یاد مجھے کچھ آتا ہے

آ دلِ نامراد آ۔ اور کسی طرف چلیں

عشق کے سوز و ساز میں
نغمۂ نے نواز میں
مل نہ سکی وہ زندگی
جس کی مجھے تلاش تھی

آ دلِ نامراد آ
اور کسی طرف چلیں

سیرِ بہارِ بوستاں
دے نہ سکی سکونِ جاں
زیست میں اضطراب ہے
زیست نہیں عذاب ہے

آ دلِ نامراد آ
اور کسی طرف چلیں

ان کے حریم ناز میں
اپنی شب دراز میں
کوئی بھی دلکشی نہیں
زندگی زندگی نہیں

آ دلِ نامراد آ
اور کسی طرف چلیں

حدِ نظر سے دور دور
شام و سحر سے دور دور
ہم کو جہاں اماں ملے
لطفِ سکوں جہاں ملے

آ دلِ نامراد آ
اور کسی طرف چلیں

دلِ ناداں

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے (غالب)

ماحصل کیا ہے تیری اُف اُف کا
ہر گھڑی لب پہ یہ صدا کیا ہے

کیوں یہ آنکھوں سے اشک جاری ہیں
اے دلِ گریہ آشنا کیا ہے

زندگی خود مٹا رہا ہے کیوں
کچھ تو بتلا یہ ماجرا کیا ہے

تو ہے سیماب وار کیوں آخر
بول اے بندۂ خدا کیا ہے

انتہا تو ہے تیری پیشِ نظر
یہ بتا دے کہ ابتدا کیا ہے

کیا سمجھ لوں کہ کوئی بات نہیں
کچھ نہیں ہے تو مدعا کیا ہے

میں ترا حالِ زار جان گیا
اب میں سمجھا کہ ماجرا کیا ہے

تجھکو اس سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتا وفا کیا ہے (غالب)

اے دل زار دیکھ اپنی بساط
ہوش میں آ تجھے ہوا کیا ہے

ق ملے تجھکو یہ نصیب کہاں
اک تونگر کہاں غریب کہاں

اے رات کے تارے
کچھ یاد ہے تجھکو

مدّت کا وہ قصّہ
مدّت کی کہانی
وہ کیف کا منظر
وہ مست جوانی

وہ مست اشارے
اے رات کے تارے
کچھ یاد ہے تجھکو

وہ عہد وفا کا
وہ لطف کی باتیں
وہ رنگ تبسّم
وہ حسن کی گھاتیں

پُر کیف نظارے
اے رات کے تارے
کچھ یاد ہے تجھکو

وہ عیش کا عالم
وہ سرد ہوائیں
وہ ان کا تکلّم
وہ مست فضائیں

دریا کے کنارے
اے رات کے تارے
کچھ یاد ہے تجھکو

ان آنکھوں کا پھرنا
وہ غیظ نگاہی
وہ حسن کی فطرت
وہ میری تباہی

وہ غم کے شرارے

اے رات کے تارے
کچھ یاد ہے تجھ کو

تنہائیاں میری
وہ میرا تڑپنا
بیتابیاں میری
آنکھوں سے نکلنا

اشکوں کے وہ دھارے
اے رات کے تارے
کچھ یاد ہے تجھ کو

وہ منظرِ ماضی
پھر یاد نہ لاتو
ہمراز مکمل
اب اشک بہا تو

ہاں ساتھ ہمارے
اے رات کے تارے
کچھ یاد ہے تجھ کو

تم سے مجھے نفرت ہے

آؤ نہ تصوّر میں یہ مجھ پہ عطا کیوں ہے
ہر بات پہ ہنستے ہو یہ جوش ادا کیوں ہے
بل کھائے ہوئے کیوں ہو یہ حشر بپا کیوں ہے
معلوم بھی ہے تم کو
تم سی مجھے نفرت ہے

میں کھیل سمجھتا ہوں اس رنگ جوانی کو
دہراؤ نہ تم پھر سے ماضی کی کہانی کو
اب دل سے بھلا دو تم اس اشک فشانی کو
معلوم بھی ہے تم کو
تم سی مجھے نفرت ہی

میں خوب سمجھتا ہوں انجام محبت کا
نظروں میں نتیجہ ہے ارمان کا حسرت کا
ہے پیشِ نظر میرے ہر راز حقیقت کا
معلوم بھی ہے تم کو
تم سی مجھے نفرت ہی

میں خود ہی پریشاں ہوں یہ مجھکو ہوا کیا تھا
یہ کیوں مرے نالے تھے یہ کیوں مرا رونا تھا
ہاں ہو چکا جو کچھ بھی تقدیر میں ہونا تھا

معلوم بھی ہے تم کو
تم سے مجھے نفرت ہے

ہاں سچ ہے مجھے پہلے تم سے ہی محبت تھی
یہ دل کا تقاضہ تھا یا عین مشیت تھی
میں تو یہ سمجھتا ہوں یہ سب مری وحشت تھی

معلوم بھی ہے تم کو
تم سے مجھے نفرت ہے

بہزاد کو اب اپنا بے کار سمجھتے ہو
تم ہوش میں ہو مجھ کو سرشار سمجھتے ہو
کیا عقل کی دولت سے نادار سمجھتے ہو

معلوم بھی ہے تم کو
تم سے مجھے نفرت ہے

مُغنّی

سُنا دے محبّت کا نغمہ

مرے دل میں ہنگامہ برپا نہیں ہے
مرے لب پہ اب آہ و نالہ نہیں ہے
تماشہ ہے رنگ تماشہ نہیں ہے

طبیعت ہے غمگین دل ہے فسردہ
مغنّی سنا دے محبّت کا نغمہ

ہے آنکھوں کو اشک رواں کی تمنّا
طبیعت کو آہ و فغاں کی تمنّا
ہے دل کو غمِ جاوداں کی تمنّا

مٹا دے مٹا دے یہ دل کی تمنّا
مغنّی سنا دے محبّت کا نغمہ

مغنی مجھے زندگی پھر عطا کر
خدارا مجھے بے بسی پھر عطا کر
خوشی کھو چکی ہے خوشی پھر عطا کر

میں پھر چاہتا ہوں زمانے میں جینا
مغنّی سُنا دے محبّت کا نغمہ

محبت کے نغمے کی لے آتشیں ہو
نہ ہو کفر کا ساز نے ساز دیں ہو
ہر اک ٹکڑا اس کا غضب کا حسیں ہو

عطا جو کرے مجھکو ہر دم تڑپنا
مغنّی سنا دے محبت کا نغمہ

ابھی یاد ہیں وہ جوانی کی راتیں

وہ اُن کی ادائیں وہ انکا تبسم
وہ میرا تغزل وہ ان کا ترنم
وہ بازیٔ اُلفت کی رنگین ماتیں
ابھی یاد ہیں وہ جوانی کی راتیں

کبھی بے خطا مجھ سے نظریں پھرانا
کبھی بے معافی ہی خود مان جانا
وہ ہر لمحہ مجھکو ستانے کی گھاتیں
ابھی یاد ہیں وہ جوانی کی راتیں

وہ ہر دم مجھے دیکھ کر مسکرانا
وہ ہر دم مجھے پچھلے قصّے سُنانا
وہ دلکش فسانے وہ دلچسپ باتیں
ابھی یاد ہیں وہ جوانی کی راتیں

تمنّا ہے بہزاد میں سب بھُلا دوں
محبت کی دُنیا پہ ٹھوکر لگا دوں
مگر کیا بھُلا دیگا دل اُن کی باتیں
ابھی یاد ہیں وہ جوانی کی راتیں

اے حسیں کافرہ مہ جبیں کافرہ

زُلف دوش پر گرا
مست ہو نظر ملا
پھر ادا سے مُسکرا
اے حسیں کافرہ
مہ جبیں کافرہ

تجھ پہ میکدہ نثار
بخشدے مجھے خُمار
آج خوب مے پلا
اے حسیں کافرہ
مہ جبیں کافرہ

دو جہاں کو مست کر
ایک بلند و پست کر
سب کے دلوں سے غم بُھلا
اے حسیں کافرہ
مہ جبیں کافرہ

لُوٹ لے تو متاعِ دیں
لب پہ مرے نہیں نہیں
ہے یہی میرا مدعا
اے حسیں کافرہ
مہ جبیں کافرہ

تو نظر نواز بن
تو اثر طراز بن
کر لے قبول التجا
اے حسیں کافرہ
مہ جبیں کافرہ

مفلس و بے نوا ہوں میں
تجھ ہی کو مانگتا ہوں میں
تو ہے کریم میں گدا
اے حسین کافرہ
مہ جبین کافرہ

وہ دن بھی عجب دن تھے

جب چاندنی راتیں تھیں جب لطف کی باتیں تھیں
جب فتح نما حاصل ہر رنگ سے ماتیں تھیں
جب کوئی ہمارا تھا
جب دل کو سہارا تھا
وہ دن بھی عجب دن تھے

آنکھوں کو میسّر جب معراجِ نظارہ تھی
امیدِ دلِ محزوں محتاجِ اشارہ تھی
جب مست فضائیں تھیں
جب سرد ہوائیں تھیں
وہ دن بھی عجب دن تھے

بیداد سے غافل تھا جب رنگ جوانی کا
ڈوبا تھا تاثر میں جب کیف کہانی کا
جب قلب میں مستی تھی
اک مے سی برستی تھی
وہ دن بھی عجب دن تھے

اب غم ہے مصیبت ہے آفت ہے جوانی ہے
ماضی کی فقط باقی کہنے کو کہانی ہے
دل ہائے کہاں پر ہے
اب تو یہ زباں پر ہے
وہ دن بھی عجب دن تھے

محبت کا مارا چلا جا رہا ہے

نہ راہوں کو جانے نہ منزل کو جانے
نہ آرام لینے کے جانے ٹھکانے
زباں پر ہیں مہر و وفا کے ترانے
محبت کا مارا چلا جا رہا ہے

بلندی کی پستی کی پروا نہیں ہے
ملے بھی تو بستی کی پروا نہیں ہے
غرض اپنی ہستی کی پروا نہیں ہے
محبت کا مارا چلا جا رہا ہے

کوئی رہنما ہے نہ رہبر ہے کوئی
نہ ہمراہ تکیہ نہ بستر ہے کوئی
نہ کچھ مشکلوں کا اسے ڈر ہے کوئی
محبت کا مارا چلا جا رہا ہے

جو طوفان آئے تو کچھ ڈر نہیں ہے
اندھیرا جو چھائے تو کچھ ڈر نہیں ہے
جو ٹھوکر گر آئے تو کچھ ڈر نہیں ہے
محبّت کا مارا چلا جا رہا ہے

زمانے سے تنگ اور جہاں سے پریشاں
پریدہ ہے رنگ اور دریدہ گریباں
محبت مگر ہے محافظ نگہباں
محبت کا مارا چلا جا رہا ہے

گیت

سجنی سُن یوگی کا گیت

دو دن کی ہے دُنیا ساری
کیا بالک اور کیا نرناری
گرمائے گی بادِ بہاری
کیوں آخر اتنی تیّاری
دن جائیں گے بیت
سجنی!
سُن یوگی کا گیت

ہے دھن دولت چار دنا کی
اچھی صورت چار دنا کی
ہے یہ محبت چار دنا کی
جگ میں ہے عزت چار دنا کی
اس کی ہے اُلٹی ریت
سجنی
سُن یوگی کا گیت

پریم کی چھائی ہوئی ہے بہار

پھر چھائی ہے گھٹا گھنگور
بولتے ہیں پھر مور چکور
پھر نہیں میرے دلکو قرار
پریم کی چھائی ہوئی ہے بہار

کیوں مرے من کو پریم نہ بھائے
کیوں نہ میرے دل میں یہ سمائے
آئے پریم پہ کیوں نہ پیار
پریم کی چھائی ہوئی ہے بہار

پریم کا ذرّہ ذرّہ خنداں
پریم ہے ہر ذرّے میں رقصاں
پریم ہے اب ہر دل کا قرار
پریم کی چھائی ہوئی ہے بہار

پریم کی دُنیا تم کو ڈھونڈے
پریم کی دنیا تم کو بُلائے
آجاؤ اب پریم کے دوار
پریم کی چھائی ہوئی ہی بہار

چھیڑا کس نے من کا راگ

مستی میں ہے کل سنسار
مست ہوئی ہی ساری بہار
جاگ اُٹھے پھر میری بھاگ
چھیڑا کس نے من کا راگ

سوئے ہوئے کو پریم سے میرے
رات اور دن اُجیالے اندھیرے
ہر نغمہ کہتا ہے جاگ
چھیڑا اُس نے من کا راگ

تار سے نکلا پریم کا نغمہ
اور ہر نغمہ بن گیا نالہ

اک اک تار سے نکلی آگ
چھیڑا کس نے من کا راگ

پہلے ہی سے تھی بے چینی
درد تھا دل میں اور تڑپ تھی

اور لگا دی من میں آگ
چھیڑا کس نے من کا راگ

کسکو نگاہیں ڈھونڈ رہی ہیں
دلکی نظریں کس پہ لگی ہیں

کس سے کہوں میں یہ بیراگ
چھیڑا کس نے من کا راگ

چلو آؤ چلیں ہم پریم نگر

من کی آشائیں بر آئیں
من کے سب ارماں مٹائیں

اپنا مٹا دیں دردِ سر
چلو آؤ چلیں ہم پریم نگر

پریمی ہے ہر چیز وہاں
ذرّے ہیں اس جا رقصاں

دیکھیں وہاں کے شام و سحر
چلو آؤ چلیں ہم پریم نگر

چھوڑو یہ ساری دنیا
ہے کیا اس جگ میں رکھا

روتے ہیں یہاں قلب و جگر
چلو آؤ چلیں ہم پریم نگر

پریم نگر کی ہے منزل
جس کو سب کہتے ہیں دل

ہوتا ہے اس پر اس کا اثر
چلو آؤ چلیں ہم پریم نگر

آخر کیا ہے سوچ بچار
ہے یہ بھیانک سنسار

اس میں نہیں ہوتی ہے بسر
چلو آؤ چلیں ہم پریم نگر

من کی کتھا سُن جاؤ سجنی

رہتی ہے ہر دم اک حیرانی
کام ہے اب بس اشک فشانی

آؤ سجنی آؤ سجنی
من کی کتھا سُن جاؤ سجنی

تم بن کیا ہے حالت دل کی
دیکھو آ کے وحشت دل کی

آ کے ذرا سمجھاؤ سجنی
من کی کتھا سُن جاؤ سجنی

آشا ہے بس من کو تمہاری
ماننے کو ہے اب یہ ہاری

اس کو دھیر بندھاؤ سجنی
من کی کتھا سُن جاؤ سجنی

یہ تو تمہارا ہے شیدائی
اس سے تمہیں کیوں شرم ہے آئی

اس سے نہ اب شرماؤ سجنی
من کی کتھا سُن جاؤ سجنی

دیکھو دیکھو روتا ہے یہ
جان کو اپنی کھوتا ہے یہ

آکر اس کو بچاؤ سجنی
من کی کتھا سُن جاؤ سجنی

تم کو میری یاد نہ آئی

وحشت بخشی اور غم بخشا
عشق کا تم نے عالم بخشا

بخش کے سب کچھ یاد بھلائی
تم کو میری یاد نہ آئی

جلوہ دکھا کے ایسے بھولے
تم تو جا کے ایسے بھولے

جا کے ایسی پریت گنوائی
تمکو میری یاد نہ آئی

مجھکو اس کا رنج اور غم ہے
مجھکو اس کا ہی ماتم ہے

تم نے من کی سدھ بسرائی
تم کو میری یاد نہ آئی

اے متوارے ساجنوا

پھر مجھکو دکھا دو جلوہ
پھر رنگ بدل دو دل کا
پھر لوٹ لو ہوش کی دُنیا
اے متوارے ساجنوا

سب دُنیا مست ہوئی ہے
مجھکو بھی پلا دو تم مے
ہاں ایک ادھر بھی سنجریا
اے متوارے ساجنوا

جھومے ہے پتّہ پتّہ
جھولے ہے غنچہ غنچہ
جھومے ہے ساری دُنیا
اے متوارے ساجنوا

گلشن میں بلبل بولے
اور بن میں موریلا ناچے
وہ بولا پی پی پپیہا
اے متوارے ساجنوا

من کس کو ڈھونڈتا ہے

تم ہی بتاؤ سجنی
ڈھارس بندھاؤ سجنی

کیا من کو ہو گیا ہے
من کس کو ڈھونڈتا ہے

روتا ہے رات دن کیوں
آنکھوں سے ہے رواں خوں

اُف کون کھو گیا ہے
من کس کو ڈھونڈتا ہے

کرتا ہے آہ و زاری
کیسی ہے بے قراری

کون اس سے اُف جدا ہے
من کس کو ڈھونڈتا ہے

پھرتا ہے کیوں یہ حیراں
ہے آہ کیوں پریشاں

کون اس کا دلربا ہے
من کس کو ڈھونڈتا ہے

آؤ تو میں بتاؤں
سب ماجرا سناؤں

کیا من کو ہو گیا ہے
من کس کو ڈھونڈتا ہے

ہے کاری بدریا چھائی

یہ جھولے ٹہنی ٹہنی
کیا پریم سماں ہے سکھی ری

اُف باغ کی یہ انگنائی
ہے کاری بدریا چھائی

کیونکر نہ یہ کوئل کوکے
کیونکر نہ پپیہا بولے

جب مست ہے ساری خدائی
ہے کاری بدریا چھائی

ہے غنچہ غنچہ خنداں
ہے پتہ پتہ رقصاں

پھولوں کو ہنسی ہی آئی
ہے کاری بدریا چھائی

کیا گاتی ہیں سکھیاں ملکر
یا گاتے ہیں غنچے کھِلکر

لے پریم کی کِسنے سنائی
ہے کاری بدریا چھائی

ہر چیز پہ رونق سی ہے
لیکن بس ایک کمی ہے

ساجن سے ہی ہائے جدائی
ہے کاری بدریا چھائی

ہائے بروگن وائے بروگن

روتی ہے تو گلشن گلشن
ڈھونڈتی پھرتی ہے تو بن بن

اور نہیں ملتے تجھکو درشن
ہائے بروگن وائے بروگن

تیرا شباب اُف تیری جوانی
اس عالم میں اشک فشانی

کس کے کارن دلکے کارن؟
ہائے بروگن وائے بروگن

دن ہو یا رین اندھیاری
ڈرتی نہیں ہے تو بیچاری

پھر وہی من کے نغمے گا دے

پیارے پپیہے پیارے پپیہے
پھر وہی پیارا راگ سُنا کے

پی کی مجھے پھر یاد دلا دے
پھر وہی من کے نغمے گا دے

سونا سونا سا ہے گلشن
سالم ہے ابھی میرا دامن

دھجیاں پھر تو اسکی اُڑا دے
پھر وہی من کے نغمے گا دے

ہنستے ہیں یہ تجھ پر غنچے
تالی بجاتے ہیں سب پتّے

بھاری ہے تجھ کو اپنا جیون
ہائے برہن وائے برہن

رات اندھیری اور سنّاٹا
راستہ تو نے خوش خوش کاٹا

جنگل کو سمجھی ہے گلشن
ہائے برہن وائے برہن

پریم کی بھیک کریگی تو کیا
موت سے پہلے مریگی تو کیا

پریم پجارن پریم بھکارن
ہائے برہن وائے برہن

ہم نے من کا کھیلا کھیل

دل کے ہر ارمان کو ہارا
حسرت کی دُنیا کو وارا

کھیلا ہائے کیسا کھیل
ہم نے من کا کھیلا کھیل

بازی لگائی ہم نے دل کی
فکر نہ کی کچھ بھی مشکل کی

جان کے ہم نے ہارا کھیل
ہم نے من کا کھیلا کھیل

کھیلنا تمکو بھی ہیں سکھا دوں
دل کی بازی لگانا بتا دوں

ان کو مزہ تو اس کا چکھا دے
پھر وہی من کے نغمے گا دے

پریم کی تانیں پریم کی لے ہو
پیارے پپیہے ہاں تری جے ہو

مست بنا دے ہوش اڑا دے
پھر وہی من کے نغمے گا دے

یاد تجھے بہزاد کرے گا
نالہ اور فریاد کرے گا

اسکے دل میں آگ لگا دے
پھر وہی من کے نغمے سنا دے

کھیلا نہ ہوگا ایسا کھیل
ہم نے من کا کھیلا کھیل

پریم کا کھیل ہے سب سے نرالا
سب سے نرالا سب سے انوکھا

کام کا کام ہے کھیل کا کھیل
ہم نے من کا کھیلا کھیل

آؤ ہم تم مل کر کھیلیں
تم پر جیت ہو ہم پر ماتیں

یہ ہے اپنا اپنا کھیل
ہم نے من کا کھیلا کھیل

ساجن کی ہے موہنی صورت

جلوہ دکھا کے دل کو لوٹا
ارماں کی محفل کو لوٹا

بھائے نہ کیونکر اچھی صورت
ساجن کی ہے موہنی صورت

جس نے میرے من کو لبھایا
جس نے لوٹی من کی مایا

وہ ہی پیاری پیاری صورت
ساجن کی ہے موہنی صورت

میری حمیت میری جوانی
کرتی ہے اب اشک فشانی

دیکھی نہیں ہے انکی صورت
ساجن کی ہے موہنی صورت

اس پر سے میں سب دھن واروں
اس پرسی میں تن من واروں

دیکھی ہے کب ایسی صورت
ساجن کی ہے موہنی صورت

اُن تک کوئی پہونچا دے
یا کوئی اب ان کو بلا دے

دیکھوں ہے وہ چاند سی صورت
ساجن کی ہے موہنی صورت

غنچے غنچے بھونرا گونجے

ہر سو پریم کی گھات لگاتا
پریم کے ہر سو نغمے گاتا

پتّے پتّے بلبل بولے
غنچے غنچے بھونرا گونجے

پی کی یاد سب ہی کو آئے
پی نے سب پر ظلم ہیں ڈھائے

ڈالی ڈالی پپیہا بولے
غنچے غنچے بھونرا گونجے

سب کے دل میں غم کی خلش ہے
درد و غمِ پیہم کی خلش ہے

ٹہنی ٹہنی کوئل کوکے
غنچے غنچے بھونرا گونجے

ہائے محبّت ہائے محبّت
کیا کیا یہ دکھلائے محبّت

ہر ہر گل پر قمری روئے
غنچے غنچے بھونرا گونجے

الفت میں بہزاد کا عالم
جلووں کی بیداد کا عالم

اُسکی نظر میں ذرّے ذرّے
غنچے غنچے بھونرا گونجے

سکھی ری

اب وہ کہاں سنسار

اب وہ دیس ہے ملنا مشکل
اب وہ کہاں رنگ اور وہ محفل

وہ تو رہا اُس پار
سکھی ری
اب وہ کہاں سنسار

میرا ہر ہر سانس ہے روتا
رونے سے پر کچھ نہیں ہوتا

میں گئی رو رو ہار
سکھی ری
اب وہ کہاں سنسار

آہ پھر وہ مل نہیں سکتا
کچھ بھی کر وہ مل نہیں سکتا

کوشش ہے بیکار
سکھی ری
اب وہ کہاں سنسار

جس میں کہ تھی الفت ہی اُلفت
جس میں کہ تھی ہر سمت محبّت

دل تھا جہاں بیدار
سکھی ری
اب وہ کہاں سنسار

بھول جا اب تو دل سے وہ دُنیا
ہوتی تھی ہر سمت سے جس جا

اُلفت کی بوچھار
سکھی ری
اب وہ کہاں سنسار

آہ پھر وہ مل نہیں سکتا
کچھ بھی کر وہ مل نہیں سکتا

کوشش ہے بیکار
سکھی ری
اب وہ کہاں سنسار

جس میں کہ تھی الفت ہی اُلفت
جس میں کہ تھی ہر سمت محبّت

دل تھا جہاں بیدار
سکھی ری
اب وہ کہاں سنسار

بھول جا اب تو دل سے وہ دُنیا
ہوتی تھی ہر سمت سے جس جا

اُلفت کی بوچھار
سکھی ری
اَب وہ کہاں سنسار



ساقی

وہ نفیس مزاج حضرات جو اُردو ادب میں حسن کاری کے بہترین نمونے دیکھنا چاہتے ہیں

جو حسین الفاظ کی جادوگری سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں:

جو ساغر ادب میں زندگی کی تلخ شراب چھلکتی دیکھنا چاہتے ہیں:

جو کہ وہ زندگی کو اس کی مکمل عریانی میں دیکھنا چاہتے ہیں:

جو ایسا ادب دیکھنا چاہتے ہیں جس کا ہر لفظ دل کی طرح دھڑک رہا ہو:

جس کے مطالعے سے روح کی بےچینی سکون آشنا ہو جائے:

جسے پڑھکر آپ کے منہ سے بےساختہ کبھی آہ نکل جائے اور کبھی واہ

ایسا اعلےٰ درجے کا ادب

آپ کو صرف ساقی ہی میں مل سکتا ہے جو ادب جدید کا اُردو میں

واحد مصور ماہنامہ ہے: